WHO WAS JESUS CHRIST?

یسوع مسیح کون تھا؟

مصنفہ

پادری نارمن میکلاوڈ صاحب ڈی-ڈی

اور

مترجمہ منشی محمد اسمٰعیل باہتمام پادری ای-ایم ویری صاحب ڈی-ڈی

جو

امریکن ٹریکٹ سوسائٹی کیطرف سے شائع ہوا

سنہ ۱۹۰۴ء

طبع اوّل | تعداد جلد ۱۰۰۰ | قیمت ۱؍

یسوع مسیح کون تھا؟

ہمارے غور و فکر کے لئے یہہ نہایت اہم اور از حد ضروری اور سنجیدہ سوال ہی کہ جس شخص کی میں خدا ئے تعالیٰ کی مانند تعظیم و تکریم کرتا ہوں بلکہ ایسا کرنا میرا فرض ہی وہ کون ہی؟ یہہ کون ہی جو مجھہ سے لامحدود فرمانبرداری کا دعویدار ہی اور بے ریا محبّت او مکشوف و علانیہ ایمان کا مطالبہ کرتا ہی؟ یہہ کون ہی جو کہتا ہی کہ اگر تو میرے خون پر ایمان لاوے تو میں تیرے گناہ معاف کرونگا اور اگر میری طاقت و قدرت پر تیرا ایمان ہو تو تجھہ کو ذاتی طور پر پاک و کامل بناؤنگا اور تیری طبیعت سے بدی کے بیج کو اکھاڑ پھینکونگا؟ یہہ کون ہی جس میں میں زندگی بھر قائم رہوں اور مرتے وقت اپنی روح کو اپنے عزیز و اقارب کی روحوں سمیت اُس کے ہاتھہ میں سونپ دوں جس کی آواز اُس کی دوسری آمد کے وقت مجھے قبر سے اٹھا کھڑا کریگی اور آخرکار وہی میرا انصاف کرنیوالا ہوگا اور میری ابدی حالت مقرر فرمائیگا۔

یہہ یقینی امر ہی کہ یسوع مسیح ان تمام حقوق کا ہم پر دعوی کرتا ہی اور تمام مذکورہ بالا قیمتی وعدے ہمارے لئے پیش کرتا ہی اور اس کے ساتھہ ہی یہہ بھی ایک حقیقی اور واقعی بات ہی کہ ان وعدوں کو مسیحی کلیسیا نے نہایت خوشی سے قبول کیا ہی اور کر رہی ہی۔ پس جو سوال میں نے آپکی سوچ بچار اور غور و فکر کے لئے پیش کیا ہی وہ فی الحقیقت ایسا ہی ضروری ہی جیسی کہ مسیحیت کی صداقت۔ لہذا ناممکن ہی کہ ہم اخلاص و دانائی

سے مسیحی دین کی ماہیت کی تحقیقات کے خواہشمند ہوں یا اُس میں شامل ہونے
کی جرأت کریں اور ساتھ ہی مسیح کی ذات کی نسبت پیش کردہ سوال کی کچھہ پروا
نہ کریں اور اُسے بے فائدہ اور غیر ضروری سمجھیں +

اب اس سے پیشتر کہ اس تحقیقات میں آگے بڑھیں میں آپ کو یاد دلاتا
ہوں کہ راستی اور صداقت اخلاقی طور پر نہایت ضروری ہی۔ اس سے
میں اُس راستی اور صداقت کی طرف اشارہ نہیں کرتا جو ہر طرح کی ریاکاری
سے متنفر ہی اور دلی ایمان کو زبانی اقرار کے موافق و مطابق بناتی ہی اور
مغایرت سے محفوظ رکھتی ہی یا وہ راستی جو شائد اُس دیانت پر فخر کرتی ہی
جو کسی عقیدہ کے اظہار سے چوکتی نہیں اور خواہ اُس کی تعلیم اوروں کو
کیسی ہی بری معلوم ہو اُسے ہرگز نہیں چھپاتی۔ مناسب ہی کہ ہم اس قسم
کی دیانتداری کی بھی جب وہ حقیقی ہو بیقدری نہ کریں۔ لیکن افسوس
ہی کہ بسا اوقات یہہ صرف ظاہر داری کی بات نظر آتی ہی۔ دل میں دراصل
خود غرضی اور بیہودگی اور نام و شہرت کے لالچ کے خیالات بھرے ہوئے
ہوتے ہیں یا اخلاقی لاپروائی جو کہ بے ایمانی کی واقعی موجودگی یا اُس کے اقرار کے
درد کو محسوس نہیں کر سکتی راج کرتی ہی۔ اسی طرح جہاں وہ اخلاقی صداقت پائی
جاتی ہی جو کبھی دوسروں کو اپنے دلی ایمان اور اندرونی عقیدت کے باب میں دھوکہ
نہیں دیتی اکثر اوقات وہاں بھی وہ راستی اور صداقت جو کہ نہ صرف دلی ایمان
اور ظاہری اقرار میں موافقت پیدا کرتی ہی بلکہ ایمان اور اندرونی عقیدت کی سچائی
اور صداقت کی تطبیق کرتی ہی نہایت کم دکھائی دیتی ہی اور نہایت ہی نایاب و محال
الاکتساب معلوم ہوتی ہی۔ پر باوجود اس کے وہ از حد قابل قدر اور تحصیل کے لائق ہی
کیونکہ یہہ روح اُس پاکترین مکان میں سکونت پذیر ہی جہاں انسانی نظر کو ہرگز ہرگز دخل نہیں

اور صرف سچائی ہی خداتعالیٰ کے قاصد کی حیثیت میں حاضر ہو کر چاہتی ہے کہ وہاں دخل پاوے۔ سکونت کرے اور ابدالآباد کے لئے اس روحانی ہیکل پر قابض ہو جاوے۔ اسکے بعد اس امر کا موقعہ ہوگا کہ خدائے تعالیٰ جو انسان کے دلی خیالات اور مخفی رازوں سے آگاہ ہے اُسکی صداقت اور دیانتداری کو پرکھے۔ اُسکے خلوص و وفا کا اندازہ لگاوے اور فیصلہ کرے۔

اب جائے غور ہے کہ جو راستی اور صداقت ہونیکا دعویدار ہے ہم اُسکے ساتھ کیا سلوک کرتے ہیں؟ ہم اُسکی آواز کس روح سے سُنتے ہیں اور اُسکی عقیدت کو کس طرح پرکھتے ہیں؟ یہ تمام سوالات ہمارے اپنے ذاتی تجربہ میں حل ہو چکے ہیں اور اگر قوت تمیز کے سامنے اِسکی تحقیقات کیجاوے تو صاف معلوم ہو جاویگا کہ ہم دیانتدار ہیں یا نہیں۔ اگر ہم میں فی الحقیقت سچائی کی روح موجود ہے تو وہ ضرور الہٰی فراست سے اُس صداقت کو جو اُسپر منکشف کیجاوے پہچانکر قبول کریگی۔ سچائی اور راستی کی آواز خواہ وہ کہیں سے آوے حق پسند اور صداقت کی روح اُس تار کی مانند جس کو خود خدا نے شر کیا ہوئی الفوراُس سے موافقت کریگی اور اُس کی ہم آواز ہو جاویگی۔ حق بین آنکھ لمعان انوار کو خواہ وہ کہیں سے درخشاں ہوں دیکھیگی۔ اِس لئے جب میں اپنے ناظرین سے یہ درخواست کرتا ہوں کہ وہ یسوع مسیح کی ذاتِ پاک کے باب میں بائبل شریف کی تعلیم پر دیانتداری اور دلی اخلاص سے غور کریں تو میں اُن سے اُس دیانت و اخلاص کا مطالبہ کرتا ہوں جسکو وہ اُسکے حق میں ظاہر کرتے ہیں جو خدا کی طرف سے ہونیکا دعویٰ کرتا ہے اور حق و خوب ہونیکے باعث اُنکے ایمان و محبت کو طلب کرتا ہے۔

اوّل اس مسئلہ کی نسبت یسوع مسیح کی اپنی تعلیم پر غور کیجئے یعنے اناجیل کا مطالعہ کیجئے اور جو کچھ اُس نے اپنی شخصیت کے بارہ میں تعلیم دی ہے اُس سے نتیجہ نکالئے کہ اُسکا کیا مطلب تھا اور اُسنے اپنے آپکو کس حیثیت میں پیش کیا ہے۔ یاد رہے

کہ میں اُس کے دعاوی کی صداقت کوشش نہیں کرتا بلکہ صرف یہہ چاہتا ہوں کہ
جہانتک منصف مزاجی اور حق جوئی کی راہ سے ہوسکے اس امر کی تحقیقات
کی جاوے کہ فی الواقع اُس کے دعاوی کیا تھے اور اُس کے اپنے ہی کلام سے
وہ کیسے ثابت ہوتے ہیں۔ اس مقام پر میری اس سے بھی کچھ غرض نہیں ہو کہ اسکے
کلام کے کچھ اور معنے لئے جاویں یا کچھ اور تاویل کیجاوے۔ کیونکہ میں جانتا ہوں اور اس
صداقت کو معلوم کرکے نہایت خوش ہوں کہ الہام کوئی ایسا استدلال نہیں جو خواہ
مخواہ ہی مخالف حق کو بھی قائل کرے۔ بلکہ یہہ ایک ایسی شہادت ہو جس میں بذاتہ
حق جو اور حقیقی متلاشی کے لئے تسلی اور اطمینان موجود ہو۔ ہماری تحقیق و تدقیق کے
لئے جو شرح و بیان ضروری ہو وہ ایسا ہونا چاہئے جو حق کو قبول کرے اور اپنی
طرف سے نئے معنے تجویز کرنیوالا نہ ہو۔ پڑھنے والے کو چاہئے کہ اس قسم کے اصول
قائم کرکے کسی انجیل کو پڑھے اور خصوصاً انجیل یوحنا کا مطالعہ کرے اور خدا کے
حضور یہہ استفسار کرے کہ کیا یسوع مسیح نے خود ارادتاً یہہ تعلیم دی ہو کہ وہ محض انسان
تھا یا اُس کی ذات میں انسانیت والوہیت دونوں تھیں۔

اب میرے مطلب کی توضیح کی خاطر اور پڑھنے والے کی مدد کے لئے تاکہ اس خاص
پہلو میں وہ اپنے لئے انجیلی شہادات کو بآسانی بہم پہنچا سکے ہم خداوند یسوع مسیح کے
پہاڑی وعظ پر غور کریں۔ ہمارے خداوند کی تعلیم کا یہہ حصہ ایسا عجیب و غریب
ہو کہ انجیلی تعلیم کے مداح بسا اوقات اسی کی طرف اشارہ کرتے ہیں اور اسکو نظیر و
نمونہ کے طور پر پیش کرتے ہیں لیکن اُس کی تعلیم کو قبول نہیں کرتے مسیح کو صرف
اخلاقی معلم مانتے ہیں۔ اگرچہ اسکو الہٰی شخص تسلیم نہیں کرتے تو بھی اُسکی اخلاقی تعلیم کو بینظیر
اور عدیم المثال مانتے ہیں۔ کیا یہہ ممکن ہو کہ کوئی شخص پہاڑی وعظ کو سُنے اور اسبات
کو صاف طور سے معلوم نہ کرے کہ واعظ اپنی اُس طاقت و قدرت اور اپنے جاہ و جلال

اور اختیار کو محسوس کرتا ہے جو کسی محض مخلوق میں غیر ممکن ہے۔ اس الٰہی شان و شکوہ کو زیادہ تر تعلیم کے پیرایہ میں پیش نہیں کیا گیا بلکہ مسیح اس عزت و جلال اور الٰہی شان کا دعویدار ہے اور اس سے اس نے اپنی تعلیم کو ایسا پُر از اختیار بنا دیا ہے جیسا کہ اس شخص کا کلام بن سکتا ہے جو خدا کی طرف سے آیا ہو۔ مثال کے طور پر ذیل کے الفاظ پر غور کیجئے۔ وہ فرماتا ہے کہ ہر ایک جو مجھے خداوند خداوند کہتا ہے آسمان کی بادشاہت میں شامل نہیں ہوگا مگر وہی جو میرے باپ کی جو آسمان پر ہے مرضی پر چلتا ہے۔ اُس دن بہتیرے مجھے کہیں گے اے خداوند کیا ہم نے تیرے نام سے نبوت نہیں کی اور تیرے نام سے دیووں کو نہیں نکالا اور تیرے نام سے بہت سی کرامات ظاہر نہیں کیں؟ اُس وقت میں اُن سے صاف کہونگا کہ میں تم سے کبھی واقف نہ تھا۔ اے بدکارو میرے پاس سے دور ہو۔ بیشک یہہ الفاظ نہایت عجیب ہیں۔ طبعی طور پر خواہ مخواہ ہی یہہ سوال کرنا پڑتا ہے کہ یہہ شخص اس طرح کلام کرنے والا کون ہے جس کو قیامت کے روز بہت سے لوگ پکارینگے؟ اُس ہیبتناک موقعہ پر میدانِ حشر میں اُس کی نسبت کیا خیال کیا جاوے اور کس طرح اُس کو تمیز کرکے اس قدر قدرت و اختیار کا مالک جانیں؟ یہہ کون ہے جسے خداوند خداوند کہکر پکارینگے؟ یہہ کونسا نام ہے جس سے بہتوں نے نبوت کی اور جس کے وسیلہ سے بہت سے اشخاص دیووں کو نکالنے اور معجزات و کرامات دکھلانے کی قدرت رکھتے تھے؟ یہہ کون ہے جو کہتا ہے کہ میرے پاس سے دور ہو؟ اور یہہ شخص کون ہے جس کے منہہ سے یہہ فقرہ جو انسانی غضب کی گہرائی کو بتلاتا ہے اس قدر خوف کا موجب ہو؟ جس شخص کے منہہ سے یہہ الفاظ نکلے وہ ایک غریب آدمی تھا۔ وہ ایک یہودی بڑھئی تھا جو ایک پہاڑی پر چڑھکر گھاس پر بیٹھا ہوا تھا اور اپنے جیسے ادنیٰ رعیت سے غریب اور گمنام لوگوں سے گھرا ہوا تھا۔ لیکن کیا اُس نے کسی طرح سے یہہ ظاہر کرنا چاہا کہ وہ فی الواقع وہی تھا

جو ظاہری طور پر نظر آتا تھا اور اس سے بڑھکر اُس میں کچھ نہ تھا۔ لوگ اُسکی تعلیم سُنکر دنگ
ہوگئے کیونکہ وہ یہودی عالموں کی طرح نہیں بلکہ اختیار والے کی مانند تعلیم دیتا تھا۔ پس
لوگوں کا متعجب ہونا کچھ عجیب بات نہ تھی کیونکہ کسی فقیہہ کسی عالم اور کسی رسول محض انسان
نے کبھی ایسے اختیار کے ساتھ تعلیم نہ دی تھی۔ انجیل متی کے ۲۵ ویں باب کی ۳۱ ویں
آیت سے لیکر ۴۶ ویں آیت تک پڑھئے اور دیکھئے کہ خداوند یسوع مسیح اپنے الٰہی اختیار
کا کہاں تک اور کس صفائی سے بیان کرتا ہے۔

اناجیل اربعہ کے قریباً ہر ایک باب میں یسوع مسیح کی الٰہی شان کا ایسا ہی ذکر
پایا جاتا ہے۔ مقدس یوحنا کے فقرات ذیل پر غور کیجئے جن میں سے ہر ایک اُس کے
الٰہی جلال کے نور سے منور ہے۔ "باپ بیٹے کو پیار کرتا ہے اور سب چیزیں اُس کے ہاتھ
میں دی ہیں۔ جو کہ بیٹے پر ایمان لاتا ہے ہمیشہ کی زندگی اُس کی ہے۔ اور جو بیٹے پر ایمان نہیں
لاتا حیات کو نہ دیکھیگا بلکہ خدا کا قہر اُسپر رہتا ہے" (یوحنا ۳: ۳۵) پھر یوں لکھا ہے کہ "اس لئے
جس طرح باپ مُردوں کو اُٹھاتا ہے اور جلاتا ہے بیٹا بھی جنہیں چاہتا ہے جلاتا ہے کیونکہ باپ
کسی شخص کی عدالت نہیں کرتا بلکہ اُس نے ساری عدالت بیٹے کو سونپ دی ہے تاکہ سب
بیٹے کی عزت کریں جس طرح سے کہ باپ کی عزت کرتے ہیں۔ جو بیٹے کی عزت نہیں کرتا
باپ کی جس نے اُسے بھیجا ہے عزت نہیں کرتا۔ میں تم سے سچ سچ کہتا ہوں کہ وہ
جو میرا کلام سُنتا ہے اور اُسپر جس نے مجھے بھیجا ہے ایمان لاتا ہے ہمیشہ کی زندگی اُس
کی ہے اور اُس پر سزا کا حکم نہیں بلکہ موت سے گذر کر وہ زندگی میں پہنچا ہے۔ میں تم
سے سچ سچ کہتا ہوں کہ وہ گھڑی آتی ہے اور اب ہے کہ جس میں مُردے خدا کے
بیٹے کی آواز سُنینگے اور وے سُنکے جئینگے" (یوحنا ۵: ۲۱-۲۵) پھر یوں لکھا ہے کہ
"فیلبوس نے اُسے کہا اے خداوند باپ کو ہمیں دکھلا کہ ہمیں کافی ہے۔ یسوع نے
اُسے کہا اے فیلبوس میں اتنی مدت سے تمہارے ساتھ ہوں اور تو نے مجھے

نہ جانا جس نے مجھے دیکھا ہی اُس نے باپ کو دیکھا ہی۔ اور تو کیونکر کہتا ہی کہ باپ کو ہمیں
دکھا۔ کیا تو یقین نہیں کرتا کہ میں باپ میں ہوں اور باپ مجھ میں ہی؟ یہہ باتیں جو
میں تمہیں کہتا ہوں میں آپ سے نہیں کہتا لیکن باپ جو مجھ میں رہتا ہی وہ یہہ
کام کرتا ہی۔ میری بات یقین کرو کہ میں باپ میں ہوں اور باپ مجھ میں ہی (یوحنا
۱۴: ۸-۱۱) +

پھر مرقوم ہی کہ جب وہ یعنے روح حق آوے تو وہ تمہیں ساری سچائی کی راہ بتاویگی
اس لیئے کہ وہ اپنی نہ کہیگی لیکن جو کچھ وہ سنیگی سو کہیگی اور تمہیں آئندہ کی خبر دیگی
وہ میری بزرگی کریگی اسلیئے کہ وہ میری چیزوں سے پاویگی اور تمہیں دکھاویگی۔
سب چیزیں جو باپ کی ہیں میری ہیں اس لیئے میں نے کہا کہ وہ میری چیزوں
سے لیگی اور تمہیں دکھاویگی" (یوحنا ۱۶: ۱۳-۱۵) +

پھر یوں مندرج ہی کہ یسوع نے یہہ باتیں فرمائیں اور اپنی آنکھیں آسمان
کی طرف اُٹھائیں اور کہا اے باپ گھڑی آ پہنچی ہی اپنے بیٹے کو جلال بخش تاکہ تیرا
بیٹا بھی تجھے جلال بخشے۔ چنانچہ تو نے اُسے سب جسموں پر اختیار دیا ہی تاکہ وہ
اُن سب کو جنہیں تو نے اُسے بخشا ہی ہمیشہ کی زندگی دیوے۔ اور ہمیشہ کی زندگی
یہہ ہی کہ وہ تجھ کو اکیلا سچا خدا اور یسوع مسیح کو جسے تو نے بھیجا ہی جانیں" (یوحنا
۱۷: ۱-۳) +

میں پھر التماس کرتا ہوں کہ ایسے کلمات سے جیسے کہ مذکورہ بالا آیات میں پائے
جاتے ہیں یسوع مسیح کے ذاتی جاہ و جلال کی نسبت کیا ظاہر ہوتا ہی؟ آپ اُنپر خوب
غور و فکر کیجیئے اور خوب سوچ سمجھکر اسکا جواب خدائے تعالیٰ کے حضور دیجیئے +

دوم اب غور کیجیئے کہ مسیح کی ذات کی نسبت اُس کے دشمنوں اور دوستوں
کا کیا خیال تھا اور وہ اُسکو کیا سمجھتے تھے۔ میں آپ کو اس امر کی طرف توجہ کرانا چاہتا

ہوں کہ انہوں نے اُس کو ایسا ہی سمجھا جیسا کہ اُس نے اپنے تئیں اپنے کلام سے اُن پر ظاہر کیا*

اُس کے دشمنوں نے اُس کو ایسا خیال کیا اور کہنے لگے کہ وہ اپنے آپکو نہایت یقینی طور سے الٰہی شخص بیان کرتا ہے چنانچہ انہوں نے اُسپر پتھراؤ کرنیکی کوشش کی اور آخرکار اسی بنا پر اُسے کفر بکنے والا قرار دیکر مار ڈالا۔ چنانچہ یوں مرقوم ہے کہ "تب یہودیوں نے اُس سے کہا تیری عمر تو پچاس برس کی نہیں اور کیا تو نے ابرہام کو دیکھا؟ یسوع نے اُن سے کہا میں تم سے سچ سچ کہتا ہوں کہ پیشتر اس سے کہ ابرہام پیدا ہوا میں ہوں" (یوحنا ۸: ۵۷) "میں اور باپ ایک ہیں تب یہودیوں نے پھر پتھر اُٹھائے کہ اُسپر پتھراؤ کریں یسوع نے انہیں جواب دیا اور کہا کہ میں نے اپنے باپ کے بہت سے اچھے کام تمہیں دکھائے ہیں اُن میں سے کس کام کے لئے تم مجھے پتھراؤ کرتے ہو؟ یہودیوں نے اُسے جواب دیا اور کہا کہ ہم تجھے اچھے کام کے لئے نہیں بلکہ اس لئے پتھراؤ کرتے ہیں کہ تو کفر بکتا ہے اور انسان ہو کے اپنے تئیں خدا بناتا ہے۔ اگر میں اپنے باپ کے کام نہیں کرتا تو مجھ پر ایمان مت لاؤ۔ لیکن اگر میں کرتا ہوں تو اگرچہ مجھ پر ایمان نہ لاؤ تو بھی کاموں پر ایمان لاؤ تاکہ تم جانو اور یقین کرو کہ باپ مجھ میں ہے اور میں اُس میں ہوں۔ تب انہوں نے پھر چاہا کہ اُسے پکڑ لیں پر وہ اُن کے ہاتھوں سے نکل گیا" (یوحنا ۱۰: ۳۰، ۳۳ و ۳۷-۳۹)*

یہودیوں نے جواب دیا کہ ہم شریعت والے ہیں اور ہماری شریعت کے مطابق وہ قتل کے لائق ہے اسلئے کہ اُسنے اپنے تئیں خدا کا بیٹا ٹھہرایا" (یوحنا ۱۹: ۷)

لعدہ ۱۶ جو خداوند کے نام پر کفر بکیگا جان سے مارا جائیگا ساری جماعت اُسے سنگسار کریگی خواہ وہ مسافر ہو خواہ دیسی ہو جب اُس نے اُس نام پر کفر کہا تو وہ جان سے ضرور مارا جائیگا (احبار ۲۴: ۱۶)*

"تب سردار کاہن نے اٹھکر اُس سے کہا تو کچھ جواب نہیں دیتا۔ یہہ تجھ پر کیا گواہی
دیتے ہیں؟ پر یسوع چپ رہا۔ تب سردار کاہن نے اُس سے کہا میں تجھے زندہ خدا
کی قسم دیتا ہوں کہ اگر تو مسیح خدا کا بیٹا ہے تو ہم سے کہہ۔ یسوع نے اُس سے کہا ہاں
وہی جو تو کہتا ہے۔ بلکہ میں تجھ سے کہتا ہوں کہ اس کے بعد تم ابن آدم کو قادرِ مطلق کی
دہنی طرف بیٹھے اور آسمان کے بادلوں پر آتے دیکھو گے۔ تب سردار کاہن نے
اپنے کپڑے پھاڑکر کہا کہ یہہ کفر کہہ چکا ہے اب ہمیں اور گواہ کیا ضرور۔ تم نے آپ اُس کا
کفر سُنا۔ اب تمہاری کیا صلاح۔ اُنہوں نے جواب میں کہا وہ قتل کے لائق ہے۔ تب اُنہوں
نے اُس کے منہہ پر تھوکا اور اُسے گھونسا مارا اور دوسروں نے اُسے طمانچہ مار کر کہا اے
مسیح ہمیں نبوت سے بتا کہ کس نے تجھے مارا" (متی ۲۶: ۶۲-۶۸)۔

یسوع مسیح کے دوستوں نے بھی اس امر کی کوشش نہ کی کہ اُسکے ملزم ٹھہرانے
والوں کو کہیں کہ تمہاری غلط فہمی ہے اور مسیح نے کوئی ایسا کفر کا کلمہ نہیں کہا جس کا
تم اُسپر الزام لگاتے ہو اور یہہ کہ مسیح ہماری مانند ایک انسان تھا اور کبھی اُسکا یہہ دعویٰ
نہ تھا کہ میں خدا کے ساتھ ایک ہوں جیسا کہ تم نے اُس کے کلام سے نتیجہ نکالا۔ بلکہ برخلاف
اس کے اُنہوں نے بھی اُس کے الٰہی دعاوی کو صاف طور سے پہچانا اور اُسکی عبادت
کی۔ اُس کی محبت میں سرور اور اُس کی خدمت میں مشغول رہے۔ میں اس
مضمون کے اس حصہ کا پھر بیان کرونگا لیکن اب اس کی طرف صرف اشارہ کرنا
ہی کافی ہے۔ پیشتر اس سے کہ ہم اپنے خداوند کی تعلیم کے زور اور اُس کی خوبی کی قدر
کریں دو باتوں کو خوب ذہن نشین کر لینا چاہیے۔ اول خدا تعالیٰ کی ہستی اور اُس کے
اوصاف کے متعلق قوم یہود کی قدیمی تعلیم و تربیت اور دوم خداوند یسوع مسیح کی
اخلاقی روش۔ ان میں سے امر اول کے باب میں خیال کیجئے کہ کس طرح شروع
ہی سے خدا نے اپنے آپ کو بنی آدم پر ظاہر کیا تاکہ وہ اکیلے سچے خدا کو جانیں اور

سارے زور اور دل و جان سے اُسی کی عبادت و بندگی کریں۔ تمام تعلیم و تربیت کا خلاصہ اور لبِ لباب یہی تھا۔ آدم کے وقت سے لیکر خداوند یسوع مسیح کے زمانہ تک سلاطین و انبیا اور قومی برکات و مجازات اور اسیری و بحالی کے وسیلہ سے تعلیم و تربیت کا بڑا بھاری موضوع یہی تھا اور برخلاف اس کے تمام گناہوں کی جڑ بُت پرستی تھی۔ بت پرستی میں صرف یہی قباحت نہ تھی کہ محض لکڑی اور پتھر وغیرہ کے سامنے لوگ جھکتے اور سربسجود ہوتے تھے بلکہ اُن کو اُس حد تک عزت و جلال کا موصوف بیان کرتے اور مانتے تھے جنکا سوائے اکیلے سچے زندہ خدا کے کوئی حقدار نہیں اور نہ کبھی ہو سکتا ہے۔

کیا اُن کی تمام تواریخ اسی بیان سے مملو نہیں کہ وہ خدا سے ملے رہے یا اُسکو چھوڑ کر بُت پرستی میں گرفتار ہو گئے؟ اب ذرا اس تعلیم و تربیت کو پیش نظر رکھکر اہل یہود کی اندرونی حالت پر غور کیجئے اور خیال فرمائیے کہ خدائے تعالیٰ کا نام کسقدر ہر ایک نام سے بڑھکر پاک اور مقدس تھا اور کس طرح اس قوم کے دین کے پاکترین مکان میں محفوظ تھا۔ کس طرح صدہا سال کی تربیت و تکالیف کے ذریعہ سے اُس قوم نے خدا کی تعظیم و تکریم کرنی سیکھی حتیٰ کہ آخرکار بابل کی اسیری سے واپس آنے اور بحال ہونے پر بُت پرستی بالکل نیست و نابود ہو گئی۔ جو ایک یہودی کی باتیں جیسے اوپر بیان کی ہیں جو کہ اُس نے یہودیوں سے مخاطب ہو کر فرمائی تھیں اُن کو پڑھتے وقت آپ ضرور ان امور مذکورہ پر غور کریں۔ کیا آپ کو اِس سے کچھ تعجب آتا ہے کہ انہوں نے اُس کو کفر بکنے والا کہا؟ کیونکہ اگر وہ الٰہی شخص نہ تھا تو فی الحقیقت کفر بکنے والا تھا۔

لیکن اب یہ امر نہایت ہی قابلِ غور ہے کہ آیا ایسا شخص کفر بکنے والا ہو سکتا ہے؟ کیا اخلاقی طور سے یہ ممکن تھا کہ وہ اپنے حق میں ایسی باتیں کہتا جیسی کہ اُسنے کہیں

درحالیکہ وہ سچ نہ ہوتیں؟ اُس کے ان تمام بڑے بڑے دعاوی کی تصدیق کے لئے اُسکے معجزات پر غور کرنا اور یہہ کہنا کافی ہوگا کہ کوئی شخص ایسے قدرت کے کام کسی حالت میں جب تک کہ خُدا اُسکے ساتھہ نہ ہو ہرگز نہیں کرسکتا۔ چنانچہ اُس نے خود فرمایا تھا کہ میرے کاموں کے باعث مجھپر ایمان لاؤ۔ اگر میں اپنے باپ کے کام نہیں کرتا تو مجھپر مت ایمان لاؤ۔ پھر آپ خدا کی اُس گواہی پر غور کریں جو اُس نے اپنے بیٹے کے حق میں اُسکے بپتسمہ کیوقت دی تھی۔ جب پہاڑ پر اُسکی صورت تبدیل ہوگئی تھی وہ موقع بھی قابل لحاظ ہے اور سب سے بڑھکر یہہ بات توجہ کے لائق ہے کہ وہ مُردوں میں سے جی اُٹھا اور اِس سے اُس نے بڑی قدرت سے اپنے تئیں خدا کا بیٹا ثابت کیا۔ لیکن اِس شہادت کو چھوڑ کر ہم یسوع مسیح کی اخلاقی روش پر غور کریں کہ کیا ایسے شخص کے لئے خدا کے حق میں کفر کہنا اور دروغگوئی کرنا ایسا ہی ناممکن نہیں ہے جیسا کہ خود خدا تعالیٰ کے لئے راستی اور پاکیزگی سے ذرا بھی الگ ہونا محال مطلق ہے؟ یسوع مسیح کے اخلاقی رویہ کے اس اہم سوال سے ہم پہلوتہی نہ کریں۔ اگر وہ الہٰی شخص نہ تھا تو ضرور جعلساز تھا۔ یہہ بات یا تو یوں ہے کہ مسیح نے اپنے حق میں وہ باتیں جو انجیل میں درج ہیں اور جن کو سچ سمجھتے ہیں کبھی نہیں کہیں اور بالکل جھوٹ ہیں۔ یا اُس نے کہیں لیکن وہ دروغگوئی کی اور وہ کفر بکنے والا تھا اور یا یوں ہے کہ اُس نے سچ کہا اور وہ الہٰی شخص تھا۔ اُسکی الوہیت سے انکاری ہونا اُسکے اخلاق کی سچائی اور صداقت سے انکار کرنا ہے*

اگر کوئی یہہ کہے کہ مسیح کی ان تمام باتوں کا کچھ اور مطلب ہوسکتا ہے تو میں پوچھتا ہوں کہ مسیح خود ان باتوں سے کیا ظاہر کیا چاہتا تھا؟ اگر وہ ایک محض مخلوق تھا تو یہہ کیونکر ممکن تھا کہ وہ اپنے حق میں ایسی باتیں کہتا جن سے الوہیت اور الہٰی شان مفہوم ہوتی ہے؟ ذرا خیال کیجئے کہ روئے زمین پر اور کونسا ایسا آدمی ہوا ہے جسکی باتیں ایسی

ہوں جیسی مسیح کی تعلیم بمشکل ہی کسی کے کلام سے یہہ ظاہر ہو سکتا ہی کہ وہ الٰہی اوصاف کو اپنے آپ پر چسپاں کرتا ہو لیکن یسوع مسیح نے اپنے تمام دشمنوں اور دوستوں پر اپنی الوہیت کا اظہار کیا اور وہ اس خیال کو اُن کے دلوں پر مسلط اور نقش کرکے زندہ ایمان کی صورت میں چھوڑ گیا۔ یہہ خیال بلکہ یہہ ایمان کلیسیا کے دل پر ایسی ممتنع الابطال صورت میں ثبت ہی کہ اگر لوہے کے قلم سے کسی چٹان پر کھودا جاوے تو بھی اُسے اس قدر ثبات حاصل نہیں ہو سکتا۔ اگر اُس کا یہہ بیان کفر کے نام سے نامزد ہو سکتا ہی تو اُسکا الزام اُسی کی ذات پر ہوگا اور اُس کی الوہیت کی تعلیم کے باب میں کوئی دوسرا شخص قصوروار قرار نہیں دیا جا سکتا ✢

سوم مسیح کی ذات پر غور کیجیے کہ اُس کے شاگردوں نے اُسے کیا سمجھا اور اُسکے حق میں وہ کیا ایمان رکھتے تھے۔ کیا انہوں نے اُسے الٰہی شخص تسلیم کیا ہی یا نہیں؟ مسیح کے شاگردوں کی تحریرات کو اقتباس کرتے وقت ناظرین سے التماس ہی کہ وہ ان مشہور و معروف اشخاص کی ابتدائی تعلیم و تربیت کا خیال رکھیں یعنی شریعت موسوی کی عالیشان بنیاد اور اصل یعنے واحد زندہ اور سچے خدا کی پرستش کا کس بات میں اظہار ہو سکتا ہی اور اُس کے ساتھ ہی ہم یہہ بھی دیکھیں کہ شاگردوں نے یسوع ناصری کے حق میں کیا کہا ہی ✢

پہلے ہم پولوس کے حال پر غور کریں۔ اُس کی تعلیم و تربیت بالکل یہودی کی طرح ہوئی۔ وہ یہودیوں میں یہودی تھا۔ اپنے دینی فرقہ کی سخت تعلیم کے مطابق وہ ایک نہایت سرگرم فریسی کی زندگی بسر کرتا تھا۔ وہ اپنے آبائی دین کا ازحد پابند تھا۔ مسیحیت کی نسبت اُس کے خیالات یہودیہ کے کاہنوں اور دینی معلموں اور ملکی اختیار والوں سے بالکل مطابقت رکھتے تھے۔ چنانچہ وہ یسوع مسیح کے حق میں اپنے خیالات کو یوں بیان کرتا ہی کہ ”میں نے بھی مناسب سمجھا کہ یسوع

ناصری کے نام کی بہت برخلافی کرنا مجھ پر واجب ہی۔ چنانچہ میں نے یروشلم میں ویسا ہی کیا اور سردار کاہنوں سے اختیار پا کے بہت سے مقدسوں کو قیدخانہ میں بند کیا اور جب قتل کئے جاتے تھے میں حامی بھرتا تھا اور ہر عبادتخانہ میں اکثر انہیں سزا دلا کے زبردستی اُن سے کفر کہواتا اور اُن پر نہایت جنون کر کے بیگانوں کے شہروں تک ستاتا تھا"۔ (اعمال الرسل ۲۶: ۹-۱۱)+

جب تک یسوع زمین پر تھا پولوس نے اُسکو کبھی نہ دیکھا تھا لیکن وہ یکایک اُس کے نام پر ایمان لایا اور ہر ایک دشمن و دوست کے لئے حیرت و تعجب کا باعث ہوا اور اُس وقت سے لیکر تیس سال یعنے اپنے آخری دم تک یہہ منادی کرتا رہا کہ صرف یسوع مسیح ہی کے وسیلے سے نجات حاصل ہو سکتی ہی۔ اب خیال کیجئے کہ پولوس نے یسوع مسیح کی بزرگی اور شان اور اُس کے جلال کے باب میں کیا کہا ہی؟ اُس سوال کا پورا جواب پولوس کے خطوط کو مطالعہ کرنے سے مل سکتا ہی۔ اُن خطوط سے معلوم ہوگا کہ اُن میں ہر ایک خیال۔ ہر ایک تعلیم۔ ہر ایک حکم اور ہر ایک امید یسوع مسیح کی الٰہی حضوری سے کسقدر پُر اور معلو ہی اور اُس کے نام کو کس قدر بلند رتبہ دیا گیا ہی جو کہ کسی محض مخلوق کا حق نہیں ہو سکتا اور اگر کوئی مخلوق اُس کا دعویدار ہو تو اُس کا دعویٰ کفر متصور ہوگا۔ علاوہ بریں پولوس کا اپنا ماضی حال اور آیندہ یسوع مسیح کی روشنی میں نہایت صاف نظر آتا ہی جس کے بغیر وہ نہایت مصیبت زدہ ہوتا۔ اُسکی کثیر تحریرات میں سے ہم صرف اُسکے دو تین چھوٹے چھوٹے خطوط کے چند مقامات اُسکی تعلیم کی تشریح کے لئے اقتباس کرتے ہیں چنانچہ فلپیوں کو لکھتے وقت وہ یوں بیان کرتا ہی کہ "اُس نے خدا کی صورت میں ہو کے خدا کے برابر ہونا غنیمت نہ جانا لیکن اُس نے اپنے آپکو نیچ کیا کہ خادم کی صورت پکڑی اور انسان کی شکل بنا اور آدمی کی صورت میں ظاہر ہو کے اپنے تئیں پست کیا اور مرنے تک بلکہ صلیبی موت

تک فرمانبردار رہا۔ اسواسطے خدا نے اُسے بہت سرفراز کیا اور اُسکو ایسا نام جو سب ناموں سے بزرگ ہی بخشا تاکہ یسوع کا نام لیکے ہر ایک کیا آسمانی کیا زمینی کیا وے جو زمین کے تلے ہیں گھٹنا ٹیکیں اور ہر ایک زبان اقرار کرے کہ یسوع مسیح خداوند ہی تاکہ خدا باپ کا جلال ہووے" (فلپیوں ۲: ۶-۱۱) ❖

پھر پولوس قلسیوں کو یوں لکھتا ہی کہ "باپ کا شکر کرتے رہو جس نے ہم کو اس لائق کیا کہ نور میں مقدس لوگوں کے ساتھ میراث کا حصہ پاویں اُسی نے ہم کو تاریکی کے قبضہ سے چھڑایا اور اپنے پیارے بیٹے کی بادشاہت میں شامل کرایا۔ اُس میں ہم اُس کے لہو کے سبب سے نجات یعنے گناہوں کی معافی پاتے ہیں۔ وہ اندیکھے خدا کی صورت ہی۔ اور وہ ساری خلقت کا پلوٹھا ہی کیونکہ اُسی سے ساری چیزیں جو آسمان اور زمین پر ہیں دیکھی اور اندیکھی کیا تخت کیا حکومتیں۔ کیا ریاستیں کیا اختیار پیدا کی گئیں ساری چیزیں اُس سے اور اُس کے لئے پیدا ہوئیں۔ اور وہ سب سے آگے ہی اور اُس سے ساری چیزیں بحال رہتی ہیں۔ اور وہ بدن یعنے کلیسیا کا سر ہی۔ وہی شروع ہی اور مُردوں میں سے پہلوٹھا ہی تاکہ سب باتوں میں اُسکا درجہ اوّل ہو کیونکہ باپ کو یہ پسند آیا کہ سارا کمال اُس میں بسے اور کہ اُس کے خون کے سبب جو صلیب پر بہا صلح کر کے ساری چیزوں کو کیا وے جو زمین پر ہیں کیا وے جو آسمان پر ہیں اُسی کے وسیلے اپنے سے ملا لے۔ اور تم کو بھی جو آگے بیگانہ اور بُرے کاموں کے سبب دل سے دشمن تھے اب اُس کے جسمانی بدن سے موت کے وسیلے ملا لیا تاکہ وہ تمکو مقدس اور بے عیب اور بے الزام اپنے حضور حاضر کرے" (قلسیوں ۱: ۱۲-۲۲) ❖

پھر وہ عبرانیوں سے مخاطب ہوتے وقت یوں کہتا ہی کہ "خدا جس نے اگلے زمانہ میں نبیوں کے وسیلے باپ دادوں سے بار بار طرح بہ طرح کلام کیا اِن آخری دنوں میں ہم سے بیٹے کے وسیلے بولا جسکو اُس نے ساری چیزوں

کا وارث ٹھہرایا اور جس کے وسیلے اُس نے عالم بنائے۔ وہ اُس کے جلال کی رونق اور اُس کی ماہیت کا نقش ہو کے سب کچھ اپنی ہی قدرت کے کلام سے سنبھالتا ہے۔ وہ آپ سے ہمارے گناہوں کو دھو کر بلندی پر جناب عالی کے دہنے جا بیٹھا۔ وہ فرشتوں سے اسقدر بزرگتر ٹھہرا جسقدر اُس نے میراث میں اُن کی نسبت بہتر خطاب پایا (عبرانیوں ۱: ۱-۴)۔

اب عرض یہہ ہے کہ کیا پولوس کے لئے یہہ ممکن تھا کہ جب تک مسیح کو کامل طور سے الٰہی شخص نہ مانتا ہو اُس کے حق میں اس قسم کے خیالات ظاہر کرتا اور ایسے کلمات لکھتا؟ وہ صدق دل سے اسپر ایمان رکھتا تھا اور عمر بھر اُس نے اپنے وعظ و کلام اور اس ایمان میں اعلیٰ درجہ کی موافقت دکھلائی۔ وہ منادی کرتے وقت ہمیشہ یسوع مسیح کو اس صورت میں پیش کرتا تھا کہ تمام آدمزاد اُس سے ایسی محبت رکھیں جیسی کہ خدا سے رکھنی واجب ہے اور اُس کے ایسے فرمانبردار ہوں جیسے خدا کے۔ اُس پر بھروسہ کریں۔ اُس میں مسرور رہیں اور اپنے جسم و جان کو ابدالآباد اور ہمیشہ کے لئے ایسے طور پر اُس کے سپرد کریں جیسے خدائے تعالیٰ کے۔ جس بات کی وہ اوروں سے آرزو رکھتا تھا اُسی پر خود عمل کرتا تھا۔ پولوس کی زندگی کا زور اور سرچشمہ کیا تھا؟ اُس نے خود کہا کہ "میں جو اب جسم میں زندہ ہوں سو خدا کے بیٹے پر ایمان لانے سے زندہ ہوں جس نے مجھ سے محبت رکھی" "میں زندہ ہوں پر تو بھی میں نہیں بلکہ مسیح مجھ میں زندہ ہے۔" "مسیح کے وسیلہ سے جو مجھے طاقت بخشتا ہے میں سب کچھ کر سکتا ہوں۔" اب دیکھنا چاہئے کہ اُسکے پاک ارادہ کا خاص مقصد کیا تھا؟ یہی کہ وہ مسیح کو حاصل کرے۔ اور اُس کے لئے بہشت یہی تھا کہ وہ مسیح کے ساتھ رہے۔

تیس سال تک مسیح کی خدمت کرنے اور بہت سی تکالیف جو کہ کبھی کسی

ایک آدمی کا حصہ نہیں ہو ئیں برداشت کرنے کے بعد نہایت سنجیدگی اور مستقل مزاجی سے جس میں نا امیدی اور مایوسی کا نام تک نہ تھا اور کسی قسم کے غم و رنج کی بو تک نہ تھی جو کہ ہر ایک ایسے شخص کا حصہ ہی جسکا ایمان و اعتقاد ابتلا و آزمائش کے موقع پر بودا ثابت ہو۔ پولوس نے اپنے بڑھاپے میں قید خانہ سے نہایت امن و اطمینان کی حالت میں اپنے عزیز ساتھی تیمطاؤس کو یوں لکھا کہ اسی سبب میں یہہ دکھہ پاتا ہوں لیکن میں شرماتا نہیں اس واسطے کہ اُسے جسپر میں نے اعتقاد رکھا جانتا ہوں اور مجھے یقین ہی کہ وہ میری امانت کی اُس دن تک حفاظت کر سکتا ہی۔ پس ای میرے فرزند تو اُس فضل سے جو مسیح یسوع میں ہی مضبوط ہو اور میری اُن باتوں کو جو تو نے بہت سے گواہوں کے سامنے سُنی ہیں ایسے دیانتدار آدمیوں کے سپرد کر جو اوروں کو بھی سکھا سکیں۔ پس تو یسوع مسیح کے اچھے سپاہی کی مانند دُکھہ سہہ پر تو ساری باتوں میں ہوشیار ہو۔ دُکھہ سہہ۔ انجیل سنانے والے کا کام کر۔ اپنی خدمت کو پورا کر کیونکہ اب میرا لہو ڈھالا جاتا ہی اور میرے کوچ کا وقت آپہنچا ہی۔ میں اچھی لڑائی لڑ چکا۔ میں نے ایمان کو بچا رکھا۔ باقی راستبازی کا تاج میرے لئے دھرا ہی جسے خداوند جو کہ راست حاکم ہی اُس دن مجھے دیگا اور فقط مجھے نہیں بلکہ اُن سب کو بھی جو اُس کے ظاہر ہونے کو چاہتے ہیں۔ میرا پہلا عذر کرتے وقت کوئی میرا ساتھی نہ تھا بلکہ سبھوں نے مجھے چھوڑ دیا۔ اسکا حساب اُنہیں دینا نہ پڑے پر خداوند میرے ساتھ رہا اور اُس نے مجھے طاقت بخشی کہ میری معرفت سے پوری منادی کی جاوے اور سب غیر قوم سُنیں اور میں ببر کے منہہ سے چھڑایا گیا اور خداوند مجھے ہر ایک زبون کام سے بچاویگا اور اپنی آسمانی بادشاہی تک محفوظ رکھیگا۔ اُس کا جلال ابد الآباد ہووے۔ آمین" (۲ تیمطاؤس ۱: ۱۲ و ۲: ۱-۳ و ۴: ۵-۸ و ۱۶-۱۸) +

کیا یہہ کوئی بُت پرست اور کفر بکنے والا شخص تھا جس نے اپنے ہی خیال اور

معتقدوں اُمید میں فریب کھایا؟ کیا یہہ کوئی ایسا جاہل آدمی تھا جس نے اوروں
کو فریب دیا؟ نہیں وہ ہرگز ایسا نہ تھا بلکہ بخلاف اس کے یاد رکھنا چاہیے کہ
پولوس اس عظیم الشان سچائی کی قدرت سے دُنیا کی بُت پرستی کو نیست و نابود اور
کو ناچیز ٹھہراتا پھرا بلکہ بتوں کو چکنا چور کرتا پھرا اور ایسے سخت حملے کئے کہ آخر کار
یورپ کی بُت پرستی ڈگمگا کر گر پڑی لیکن اب دیکھنا چاہیے کہ کیا اُس نے محض اُس
وقت کی بُت پرستی کی موجودہ صورت کی تردید کی اور اُس کے عوض میں کسی اور
طرح کی بُت پرستی کو قائم کیا؟ کیا روم اور یونان کے باشندوں میں جو اُس نے
منادی کی اُس کا یہہ مطلب تھا کہ وہ لوگ ایک ایسے آدمی کی محبت و فرمانبرداری
کو اختیار کریں جو اُن کے دیوتاؤں یا معبودوں سے کسی قدر بہتر تھا اور در اصل
اُن کی مانند محض مخلوق تھا؟ ہرگز نہیں۔ پولوس کا کبھی یہہ مطلب نہ تھا۔ اہلِ
اتھینے سے مخاطب ہوتے وقت اُس نے جو قابلِ یاد اور پُر جلال کلمات فرمائے
اُن کو سُنئے اور اگر ممکن ہو تو یقین کیجیے۔ چنانچہ لکھا ہے کہ تب پولوس اریوپگس کے
بیچ کھڑا ہو کے بولا اے اتھینیوالو میں دیکھتا ہوں کہ تم ہر صورت سے دیوتوں
کے بڑے پوجنے والے ہو۔ کیونکہ میں نے سیر کرتے اور تمہارے معبودوں پر نظر
کرتے ہوئے ایک قربانگاہ پائی جس پر یہہ لکھا تھا کہ **نامعلوم خدا کے لئے**
پس جس کو تم بے معلوم کئے پوجتے ہو میں تم کو اُسی کی خبر دیتا ہوں۔ خدا جس
نے دنیا اور سب کچھ جو اُس میں ہے پیدا کیا۔ جس حال کہ وہ آسمان اور زمین کا
مالک ہے ہاتھ کی بنائی ہوئی ہیکلوں میں نہیں رہتا نہ آدمیوں کے ہاتھ سے
خدمت لیتا گویا کہ کسو چیز کا محتاج ہے۔ کیونکہ وہ تو آپ سب کو زندگی اور سانس اور سب
کچھ بخشتا ہے اور ایک ہی لہو سے آدمیوں کی سب قوم تمام زمین کی سطح پر بسنے کے لئے
پیدا کی۔ اور مقرر وقتوں اور اُن کی سکونت کی حدوں کو ٹھہرایا "تاکہ خداوند کو ڈھونڈیں

شائد کہ ٹٹول کر اُسے پاویں اگرچہ وہ ہم میں کسی سے دور نہیں کیونکہ اسی سے ہم جیتے اور چلتے پھرتے اور موجود ہیں جیسا تمہارے شاعروں میں سے بھی بعضوں نے کہا ہو کہ ہم تو اُسی کی نسل ہیں۔ پس خدا کی نسل ہو کے ہمیں مناسب نہیں کہ یہہ خیال کریں کہ خدا سونے روپے یا پتھر کی مانند ہو جو آدمی کے ہنر و تدبیر سے گھڑا گیا ہو غرضکہ خدا جہالت کے وقتوں سے طرح دیکے اب سب آدمیوں کو حکم دیتا ہو کہ توبہ کریں کیونکہ اُس نے ایک دن ٹھہرایا ہو جس میں وہ راستی سے دُنیا کی عدالت کریگا اُس آدمی کی معرفت جسے اُس نے مقرر کیا اور اُسے مُردوں میں سے اُٹھا کے یہہ بات سب پر ثابت کی۔" (اعمال الرسل ۱۷: ۲۲-۳۱)۔

اگر ہم پولوس کو چھوڑ کر دیگر رسولوں کی طرف متوجہ ہوں تو اُن میں بھی یسوع مسیح کی شخصیت کی نسبت وہی اعتقاد و ایمان نظر آئیگا جو ہم ابھی پولوس میں دیکھ چکے ہیں مثلاً ہم یوحنا رسول کے بعض بیانات پر غور کریں چنانچہ اُسکا بیان ہو کہ "ابتدا میں کلام تھا اور کلام خدا کے ساتھ تھا اور کلام خدا تھا۔ یہی ابتدا میں خدا کے ساتھ تھا۔ سب چیزیں اُس سے موجود ہوئیں اور کوئی چیز موجود نہ تھی جو بغیر اُس کے ہوئی۔ زندگی اُس میں تھی اور وہ زندگی انسان کا نور تھی۔ اور نور تاریکی میں چمکتا ہو اور تاریکی نے اُسے دریافت نہ کیا۔ ایک شخص خدا کی طرف سے بھیجا گیا تھا جسکا نام یوحنا تھا۔ یہہ گواہی کے لئے آیا کہ نور پر گواہی دے تاکہ سب اُسکے باعث سے ایمان لاویں۔ وہ تو نور نہ تھا پر نور پر گواہی دینے کو آیا تھا حقیقی نور وہ تھا جو دنیا میں آکے ہر ایک آدمی کو روشن کرتا ہو۔ وہ جہان میں تھا اور جہان اُسی سے موجود ہوا اور جہان نے اُسے نہ جانا۔ وہ اپنوں پاس آیا اور اپنوں نے اُسے قبول نہ کیا لیکن جتنوں نے اُسے قبول کیا اُس نے انہیں اقتدار بخشا کہ خدا کے فرزند ہوں یعنے انہیں جو اُسکے نام پر ایمان لاتے ہیں۔ وے نہ لہو سے نہ جسم کی خواہش سے نہ مرد کی خواہش بلکہ خدا سے پیدا

ہوئے ہیں۔ اور کلام مجسم ہوا اور وہ فضل اور راستی سے بھرپور ہو کے ہمارے درمیان رہا اور ہم نے اسکا ایسا جلال دیکھا جیسا باپ کے اکلوتے کا جلال" (یوحنا ۱: ۱۴) ٭ پھر یوں مرقوم ہے کہ تم ایمان لاؤ کہ یسوع مسیح خدا کا بیٹا ہے اور تاکہ تم ایمان لا کے اسکے نام سے زندگی پاؤ (یوحنا ۲۰: ۳۱) ٭

اور پھر یوحنا کے پانچویں باب کی ۲۰ ویں آیت میں یوں لکھا ہے کہ ہم یہہ بھی جانتے ہیں کہ خدا کا بیٹا آیا اور ہمیں یہہ سمجھ بخشی کہ اسکو جو حق ہے جانیں اور ہم اُس میں جو حق ہے رہتے ہیں یعنے یسوع مسیح میں جو اُسکا بیٹا ہے۔ خدائے برحق اور ہمیشہ کی زندگی یہی ہے۔ علاوہ اسکے مرقوم ہے کہ یسوع مسیح کی طرف سے جو سچا گواہ اور اُن میں جو مر کے جی اُٹھے پلوٹھا اور دُنیا کے بادشاہوں کا سلطان ہے اُسی کو جس نے ہم کو پیار کیا اور اپنے لہو سے ہم کو ہمارے گناہوں سے دھوڈالا اور ہم کو بادشاہ اور کاہن خدا اور اپنے باپ کے بنایا۔ جلال اور قدرت ابد تک اُسی کو ہے۔ آمین۔ دیکھو وہ بادلوں کے ساتھ آتا ہے اور ہر ایک آنکھ اُسکو دیکھیگی اور وے بھی جنہوں نے اُسے چھیدا اور زمین کے سارے فرقے اُسکے لیے چھاتی پیٹینگے۔ ہاں آمین۔ خداوند یوں فرماتا ہے کہ میں الفا اور امیگا اول اور آخر جو ہے اور تھا اور آنیوالا ہے قادر مطلق ہوں" "میں خداوند کے دن روح میں شامل ہو گیا اور میں نے نرسنگے کی سی ایک بڑی آواز اپنے پیچھے سُنی جو کہتی تھی کہ میں الفا اور امیگا اول و آخر ہوں" "اور میں پھرا تاکہ اُس آواز دینے والے کو دیکھوں اور پھر کر سونے کے سات چراغدان دیکھے اور اُن سات چراغدانوں کے بیچ ایک شخص ابن آدم سا دیکھا جو جامہ پہنے ہوئے اور سونے کا سینہ بند سینہ پر باندھے ہوئے تھا۔ اسکا سر اور بال سفید اون کی مانند بلکہ برف کی مانند سفید۔ اور اُسکی آنکھیں جیسے آگ کا شعلہ اور اُس کے پاؤں خالص پیتل کے سے جو تنور میں دہکایا ہوا ہو اور اُسکی آواز بڑے پانی کی سی تھی اور اُس کے دہنے ہاتھ میں سات ستارے تھے اور اُس کے

مُنہ سے دو دھاری تلوار نکلتی تھی اور اُس کا چہرہ ایسا تھا جیسا آفتاب جب بڑی تیزی سے چمکے۔ اور جب مَیں نے اُسے دیکھا تب اُس کے پاؤں پر مُردہ سا گر پڑا۔ تب اُس نے اپنا دہنا ہاتھ مجھ پر رکھا اور مجھ سے کہا کہ مت ڈر میں اوّل و آخر اور زندہ ہوں اور میں مؤا تھا اور دیکھ میں ابد تک زندہ ہوں آمین۔ اور عالمِ غیب اور موت کی کنجیاں مجھ پاس ہیں" (مکاشفات ۱: ۱-۸ و ۱۰-۱۲-۱۸)۔

کیا یوحنا کسی محض انسان کے حق میں ایسے کلمات تحریر کر سکتا تھا؟ کیا ایک نیکوکار یہودی کے لئے ایسا کرنا سوائے اس کے کہ وہ خدا کا کفر بکے ممکن تھا؟ اسکے جواب میں یہہ کہنا کافی نہیں ہوگا کہ یہہ عبارت زیادہ تر ایک رویا کے بیان سے اقتباس کی گئی ہے۔ کیونکہ جب تک یوحنا یسوع مسیح کو الٰہی شخص نہ مانتا ہو کس طرح ممکن تھا کہ وہ ایسی رویا تحریر کرنے کی جرأت کرتا؟ پس مجھ کو مجبوراً تسلیم کرنا پڑتا ہے کہ یسوع ناصری کے رسول اُس کو الٰہی شخص مانتے تھے۔ فی الحال میں اس امر کا بیان نہیں کرتا کہ اُن کا ایمان حقیقت پر مبنی تھا بلکہ میرا مطلب یہہ ہے کہ وہ فی الحقیقت اُس پر ایمان رکھتے اور اُس کو سچ در حق تسلیم کرتے تھے۔

اب یہہ بات بھی قابلِ تفتیش معلوم ہوتی ہے کہ کیا یہہ لوگ اپنے ذاتی معلومات سے مسیح کی نسبت کچھ جانتے تھے جس سے اُنکے دلوں میں ایسے خیالات پیدا ہو گئے؟ اِس امر کا ذکر ہو چکا ہے کہ بحیثیت یہود اُنکی تعلیم کا جزوِ اعظم یہہ تھا کہ "سُن اے اسرائیل خداوند ہمارا خدا ایک ہی خدا ہے۔ اور تو خداوند اپنے خدا کو اپنے سارے دل۔ اپنی ساری جان اور اپنے سارے زور سے پیار کر۔ دیگر تمام عقائد اور طریقِ عبادت جو اس سے مطابقت نہ رکھتے تھے سخت بت پرستی منصور ہوتے تھے۔ یہہ سچ ہے کہ سوائے پولوس کے تمام رسولوں نے مسیح کو اُس کی موت سے پہلے دیکھا تھا اور خصوصاً یوحنا اُس کی انسانیت کا اظہار کرتا ہے اور ہر طرح کی فصاحت و خوبیٔ بیان

سے اُسے لوحِ دل پر کندہ کرتا ہے۔ چنانچہ وہ لکھتا ہے کہ جو ہم نے سُنا جسکو ہم نے اپنی
آنکھوں سے دیکھا جس پر ہم نے نظر کی اور ہمارے ہاتھوں نے زندگی کے کلام کو
اُٹھایا۔ پس اگر ہم اپنے خداوند کی شخصیت کے متعلق تمام فوق العادت اور معجزانہ
شہادتوں کو برطرف کر دیں تو پھر اُسکے زندگی کے واقعات میں کونسی بات تھی جس
نے اُس کی الٰہی ذات کا اظہار کیا اور اُس کے حق میں یہ عجیب و غریب خیالات
پیدا کر دیئے؟ اُس کی پست حالی کی پیدایش کا یہ نتیجہ نہیں ہو سکتا۔ عرصہ
دراز تک وہ ایک غریب نجار کا بیٹا کہلانے سے اس جلال کا حقدار متصور نہیں
ہوتا۔ وہ اپنے غم و رنج اور مصائب و تکالیف کے باعث ایسا بزرگ خیال نہیں کیا
جا سکتا۔ اُس کی حقیقی کمزوریاں گو اُن میں گناہ کا وجود نہ تھا اُس کو اس جلال
کا مستحق نہیں ٹھہراتیں۔ اُس کے ہم وطنوں کا سلوک اور اُس کی موت جس کے
وسیلہ سے اُس کی زمینی زندگی کا خاتمہ ہوا ہرگز ہرگز اُسے ایسا معزز قرار نہیں دیتے
پھر اُس زمینی زندگی میں جو کہ بکل الوجوہ انسانی تھی کونسی ایسی خوبی تھی جس کے
باعث ان رسولوں جیسے راست و فہیم اور دیندار آدمی قائل ہو گئے کہ وہ اسرائیل
کے قدوس۔ قادرِ مطلق اور زمین و آسمان کے خالق و مالک کے ساتھ ایک اور
اُس کی ذات پاک میں شریک تھا؟ لیکن اس میں ذرا بھی شک نہیں کہ یوحنا اُسکو
ایسا ہی جانتا تھا۔ وہ آخری عشاء کے وقت اُس کے سینہ پر سر رکھے ہوئے
تھا۔ گیتسمنی میں اُسے دیکھتا رہا اور جب وہ کاہنوں کے سامنے حاضر کیا گیا اُس
وقت بھی یوحنا اُسے دیکھتا تھا اور جب وہ مصلوب ہوا تب بھی یوحنا پاس کھڑا تھا
پولوس نے اُسے کبھی اس انسانی جسم میں نہیں دیکھا تھا اور جب وہ آدمزاد کے
ساتھ رہتا تھا اُس نے کبھی اُس کی آواز نہ سُنی تھی لیکن اُس کا بھی یہی
ایمان تھا کہ یسوع مسیح الٰہی ہے۔ اگر وہ فوق العادت اور معجزانہ امور جن کا ذکر بائبل میں

مندرج ہیں سچ ہیں تو روح القدس کا نزول جس سے مسیح کا جلال مقصود تھا شامل کر کے ہم بآسانی رسولی معتقدات کی تائید و پشتی کر سکتے ہیں اور اُن کے خلاف ایک حرف کی بھی گنجائش نہیں ۔

اس مقام پر یہہ بیان کرنا مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اس الٰہی ذات کی شخصیت میں انسانیت و الوہیت کا کیسا کامل اظہار تھا اور ان متضاد اجزا میں کس قدر موافقت اور مطابقت تھی ۔ وہ کامل انسان تھا پر ساتھ ہی عمانوئیل (یعنے خدا ہمارے ساتھ) کہلاتا تھا ۔ یہہ حقائق و معارف ایسے ہیں کہ ان کی یاد رسولوں میں ایمان پیدا کرتی اور اُس ایمان کو قیام اور استواری بخشتی تھی ۔ اگر اُس کی ذات میں اُسے خاکسار و پست حال اور ابن آدم قرار دینے کے لئے شہادتیں موجود تھیں تو ساتھ ہی اُس کی عزت و جلال کے شواہد اُسے ابن اللہ قرار دینے کے لئے نہ صرف کافی بلکہ وافی تھے ۔ اگرچہ وہ کنواری مریم سے پیدا ہوا پر اُس کی پیدائش خاص الٰہی قدرت سے وقوع میں آئی ۔ اُس کی ماں سے جبرائیل نے کہا تھا کہ روح القدس تجھ پر اُترے گی اور خدائے تعالیٰ کی قدرت کا سایہ تجھ پر ہوگا ۔ اس لئے وہ قدوس جو تجھ سے پیدا ہوگا خدا کا بیٹا کہلائیگا ۔ ایک طویلہ میں وہ چرنی میں پڑا تھا لیکن مشرق سے مجوسی اُسے سجدہ کرنے کے لئے ایک ستارہ کی رہبری سے وہاں پہنچے اور اُس کے سامنے شاہانہ نذریں پیش کیں ۔ فرشتگان نے آسمان پر خوشی کے گیتوں سے اُس کے جشنِ ولادت کو رونق بخشی اور شادمانی کا اظہار کیا ۔ اس میں شک نہیں کہ اُس نے یوحنا سے بپتسمہ پایا لیکن آسمان سے آواز آئی کہ یہہ میرا پیارا بیٹا ہے جس سے میں خوش ہوں ۔ اس زمینی زندگی کے دور میں اُس پر وہ آزمائشیں جو انسان پر آتی ہیں آئیں تاکہ وہ ساری باتوں میں دیگر بنی آدم کی مانند ہو لیکن تو بھی وہ کبھی الٰہی جلال سے خالی نہ پایا گیا ۔ وہ بھوکھا ہوا لیکن اُس نے ہزاروں کو سیر کیا

طوفان کے موقعہ پر وہ تھکا ماندہ او کشتی میں سویا ہوا تھا لیکن اُس نے ہوا اور لہروں کو ڈانٹا حتیٰ کہ بڑا بنوا ہو گیا ۔ چالیس روز تک شیطان نے اُسے آزمایا اور آخر کار ہزیمت خوردہ ہوا اور تمام جہان کی سلطنت لالچ کے طور پر پیش کی ۔ اُس نے یوں عتاب کیا کہ اے شیطان مجھ سے دور ہو ۔ اس حکم سے اُس کی عظمت و بزرگی کا صاف اظہار ہوتا ہے ۔ وہ ایسا نادار و مفلس تھا کہ دیندار عورتیں اُس کی خدمت کرتی تھیں ۔ اور ایسا غمزدہ تھا کہ بسا اوقات زار زار رویا لیکن اُس نے ہزاروں کے آنسو پونچھے اور اُن تمام بیماروں کو جو اُس کے پاس آئے ہر ایک بیماری سے شفا بخشی اور اپنی قدرت کے کلام سے مُردوں کو تابوتوں سے اُٹھا کھڑا کیا ۔ یہاں تک کہ لاش کے سڑ جانے پر بھی حیات عطا فرمائی ۔ اُس پر غم و اندوہ نے حملے کئے اور اُس نے کہا کہ میری جان گھبراتی ہے لیکن اس موقعہ پر بھی آسمان سے ایک آواز آئی جس نے اُس کے جاہ و جلال پر گواہی دی ۔ اُس نے اپنے شاگردوں کے پاؤں دھوئے پر ساتھ ہی وہ اس امر سے آگاہ تھا کہ خدا نے ساری چیزیں اُس کے ہاتھ میں سونپ دی ہیں اور وہ خدا سے آیا اور خدا ہی کے پاس واپس جاتا ہے ۔ وہ مر گیا اور دفن ہوا لیکن باوجود اُس وقت کے تمام غم و رنج کے جس میں انسانی کمزوری اور مصائب کے آثار پائے جاتے تھے گویا کہ وہ اپنے تئیں نہ بچا سکا) اُس کی عزت و جلال اور فوق الفطرت حشمت و بزرگی کی نشانیاں صلیب پر بھی نمایاں تھیں ۔ ایک چور نے جو اُس کے ساتھ مصلوب ہوا اُسے بادشاہ قبول کیا اور اُس نے بادشاہ کے طور پر اُسے نجات کا وعدہ دیا ۔ علاوہ اس کے تاریک شدہ آسمان متزلزل چٹانیں اور تمام واقعات جو اس کی سکنت کے موقع پر مشاہدہ میں آئے گویا صوبہ دار کے ہمزبان ہو کر یوں کہتے تھے کہ "بیشک یہہ خدا کا بیٹا تھا ۔" وہ قبر میں رکھا گیا ۔ اُس کے عزیز دوستوں نے آنسو بہائے اور اُس کی لاش کی تجہیز

دیکھیں کی لیکن ایک فرشتہ نے آکے پتھر کو قبر سے ہٹا دیا اور رومی سپاہی جو کہ پہرا دے رہے تھے مُردہ سے ہو گئے۔ بیشک خداوند جی اُٹھا اور اپنے شاگردوں پر ظاہر ہوا۔ اور اس طرح اپنی حضوری سے تھوما کی بے ایمانی کو دور کیا۔ اپنے جسمانی اور انسانی دُکھ و تکلیف کے نشان اُسکو دکھلائے تھوما نے اُس کے پاؤں پر گر کے اُسے سجدہ کیا اور کہا "میرے خداوند اور اے میرے خدا" ۔

یسوع چالیس روز تک زمین پر رہا اور اتنیک وہ الٰہی شخص وہی یسوع مسیح نظر آتا تھا اُس نے اپنے رسولوں سے خوب عدم تکلف سے کلام کیا۔ اُن کے ساتھ کھایا پیا اور اپنی بادشاہت کے متعلق اُنھیں بہت سی باتیں سمجھائیں اور اُن کے سامنے آسمان کی طرف صعود فرما گیا۔ اُسی وقت فرشتوں نے اُس کی دوسری آمد کی خوشخبری دی اور تھوڑے عرصہ بعد روح القدس کے نزول نے کلیسیا کی عظیم الشان ترقی کا مژدہ سنایا جو کہ بہت جلد وقوع میں آئی۔ اور رسولوں کی تعلیم اور اُن کی منادی پر مُہر کی کہ یسوع مسیح خدا کا بیٹا تھا اور زمین و آسمان کا سارا اختیار اُسکو دیا گیا ۔

اب اس مذکورہ بالا تواریخی بیان سے زمینی و آسمانی اور الٰہی و انسانی کی ایک ممزوجہ صورت نظر آتی ہے جسکا اظہار صرف یسوع مسیح کی ذات ہو سکتی ہے جس میں انسانیت والوہیت دونو پائی جاتی ہیں۔ اور جس کو مسیح کے اپنے فرمان اور اُس کی روح کی ہدایت کے مطابق رسولوں نے قبول کیا اور اس تعلیم کے کامل طور سے قائل اور معتقد تھے اور اس میں مسرور رہتے تھے۔ کسی طرح کے کافی ثبوت کے بغیر اس قسم کا خیال بھی اُن کے نزدیک ضرور کفر اور بت پرستی تھا۔ وہ ایمان لائے اور اُن کے ایمان کے لئے کافی دلائل اور حقائق و معارف کے شواہد موجود تھے۔ لہذا ہم یہ خیال نہیں کر سکتے کہ جنہوں نے مسیح کے دعاوی کو رد کیا اور اُسکو ایک کفر بکنے والا قرار دیکر

قتل کیا بے قصور تھے۔ یا رسول جنہوں نے اُسکو خدا تسلیم کیا غلط بات کے معتقد تھے اور اُنکا ایمان کبھی شرم و خجالت کا موجب ہوگا ۔

ہم اس امر کے متعلق کافی غور و فکر اور تحقیق کر چکے ہیں کہ یسوع مسیح کی شخصیت اُس کی اپنی تعلیم کے لحاظ سے کیا تھی اور اُس وقت اُس کے دوستوں اور دشمنوں نے اس کو کیا سمجھا اور اُس کے رسول اُس کے حق میں کیا ایمان رکھتے تھے اور اُس کی نسبت کیا تعلیم دیتے تھے ۔

لیکن اس سوال پر ہم ایک اور پہلو سے نظر کر سکتے ہیں یعنے مسیحی کلیسیا کے ایمان اور خیالات کی رو سے۔ اگر ہم کلیسیا کے ایمان سے کلیسیا کا عقیدہ مراد لیں تو یہ تواریخی طور پر بالکل سچ اور حق ہے کہ رسولوں کے زمانہ سے لیکر اس وقت تک اسی تعلیم پر تمام کلیسیا کے عقیدہ کا دار و مدار رہا ہے خواہ وہ کلیسیا پوپی ہو خواہ پروٹسٹینٹ۔ خواہ یونانی ہو یا ارمنی اور نسطورین وغیرہ۔ غرض یونیٹیرین کے سوا ہر ایک کلیسیا کا انحصار اسی عقیدہ پر رہا ہے۔ باوجود فروعی تفرقوں کے لاکھوں کا عیسائی اس امر میں متفق رہے ہیں۔ کسی دینی بحث مباحثہ اصلاح و ترمیم نے اعتقادی ہیکل کے اس بنیادی پتھر کو آجتک کبھی نہیں چھوا۔ پس اب اگر مسیح الٰہی شخص نہیں ہے تو یہہ صاف نتیجہ نکلتا ہے کہ تمام مسیحی کلیسیا کفر و شرک اور بت پرستی کا مسبب ہے۔ مسیحی ہونے کی وجہ سے ہم ہرگز ہرگز یہہ کوشش نہیں کرتے کہ مسیح کی الوہیت کے باب میں ہم اپنے ایمان کو چھپا دیں یا اگر ممکن ہو تو اُسے ایسی ہلکی صورت میں ظاہر کریں کہ ہم پر اس قسم کا کوئی الزام نہ لگ سکے۔ اگر ہمارا ایمان فی الواقعہ حقیقت پر مبنی نہ ہو تو ہمارے حق میں مذکورہ بالا نتیجہ صادق ٹھہریگا۔ ہم بڑی دلیری سے اس امر کا اقرار کرتے ہیں کہ ہم یسوع ناصری کو پیار کرتے ہیں۔ اُس پر بھروسہ رکھتے ہیں اور اُس کی اطاعت و فرمانبرداری

ایسی واجب ولازم جانتے ہیں جیسی قادر مطلق خدائے تعالیٰ کی۔ اور اُسپر ایمان لاکر
اُس کی ایسی ہی تعظیم و تکریم کرتے ہیں جیسی کہ اُس باری تعالیٰ جل جلالہ کی۔ ہم نے
باپ بیٹے اور روح القدس کے ایک ہی نام سے بپتسمہ پایا ہے اور اس نام کو ایک
جانکر اور اسے توحید کا درجہ دیکر ہم اُس کی عزت و حرمت کرتے ہیں اور ان اقانیم
ثلثہ میں سے ہر ایک اقنوم کو برابر اور مساوی بزرگی و جلال کا حقدار مانتے ہیں ممکن
ہے کہ ایسے عقیدہ سے بعض ہراساں و لرزاں ہوں اور بعض کو یہہ عقیدہ ناگوار
گذرے لیکن یہہ وہی عقیدہ ہے جسپر تمام مسیحی کلیسیا کا ایمان رہا ہے اور اب ہے
یہہ وہی عقیدہ ہے جسپر ہمارے لکھو کھا لوگ بغیر کسی طرح کی پس و پیش کے
ایمان رکھتے ہیں۔ اور خدائے تعالیٰ کی ہستی کی نسبت اپنے اس ایمان کا اقرار
کرتے ہیں۔ پس اب جس امر کا ہم ذکر کیا چاہتے ہیں وہ یہہ ہے کہ اگر مسیح محض انسان تھا
اور خدا نے اپنے تئیں اُس کے جسم میں ظاہر نہیں کیا تو ہم تمام مسیحی جو اُس
کی الوہیت پر ایمان رکھتے ہیں اعلیٰ درجہ کے بت پرست ہیں۔ ہمارے گرجے
بُتخانے ہیں جن میں ایک مُردہ انسان کی پرستش ہوتی ہے۔ ہمارے واعظ
جو ہمیشہ اُس کا ذکر کرتے اور اُس کے نام کی منادی کرتے ہیں۔ اُس سے دعائیں
مانگتے اور اُس کی حمد و ثنا میں گیت گاتے ہیں اور پشت در پشت لوگوں کو
اُس کی خدمت کے لئے مخصوص کرتے ہیں جھوٹے معلم ہیں اور ہم مسیحی لوگ
گویا اپنے جسم و جان کو ایک ضعیف انسان کے حوالہ کرتے ہیں اور ابدالآباد تک
اپنی امیدگاہ اور اپنا خداوند اُسی عاجز انسان کو قرار دیتے ہیں جبکہ باوجود
بنی آدم کی عام مخالفت کے یہہ بت پرستی بہت پھیل گئی ہے اور جو قومیں زیادہ شائستہ
و مہذب اور تعلیم یافتہ ہیں وہ اس بُت پرستی کے قبضہ میں آگئی ہیں اور ایسا معلوم
ہوتا ہے کہ تمام دُنیا اس میں مبتلا ہو جاویگی اور ہر طرح کی بت پرستی اور باطل پرستی

جو اُس کے علاوہ دنیا میں پائی جاتی ہے اُسی میں شامل ہو جاویگی تو صاف ظاہر ہوتا ہے
کہ خدا پرستی کی تعلیم کی سچی روشنی کو قائم رکھنے والے اور آئندہ کے لئے خدا کی سچائی
کو محفوظ رکھکر دنیا کی اصلاح کرنے والے بہت تھوڑے نظر آتے ہیں +

اس میں شک نہیں کہ ہر زمانہ میں بے شمار مرد و عورت خالص اور بے ریا
ایمان سے یسوع مسیح کو خدا مانتے چلے آئے ہیں اور اُسے بدل وجان پیار کرتے
رہے ہیں۔ اب خدائے تعالیٰ اور اُس ذوالجلال خداوند تمام مخلوقات کے
سنبھالنے والے کی نسبت جس کے سوا سچے خداپرست کے نزدیک کسی غیر کی
پرستش جائز نہیں ہے جو کچھ ان لوگوں کے خیالات تھے اُن پر اس ایمان کا
کیا اثر ہوا۔ کیا یسوع مسیح کو الٰہی شخص تسلیم کرنے کے ایمان نے مسیحیوں کے دلوں
پر خدا کی ہستی کے باب میں کوئی بُرا خیال پیدا کیا ہے۔ کیا اُسکی ذات و صفات
کے متعلق ادنیٰ اور ناواجب تصورات کو جگہ دی ہے اور کیا خدا کو آسمانی اور
جلالی تخت سے اتار کر اپنی ضعیف اور انسانی ہستی میں مقید قرار دیا ہے جس
سے انسان کے خیالات اور تصورات سے اُس ملک العزت کی عزت و تعظیم
و تکریم مفقود اور نیست و نابود ہو جاوے؟ یا بخلاف اس کے کیا اس کی تاثیر
یہہ نہیں ہوئی کہ جسقدر سچے پرستار نے اُس الٰہی ذات میں باپ اور بیٹے کی
یگانگت کو پہچانا اور محسوس کیا اُسی قدر اُس کے دل میں اللہ جل جلالہ کی عزت
و عظمت نقش ہوتی گئی؟ کیا خدا اس سے اور بھی زیادہ عزت و جلال والا نظر
نہیں آتا اور کیا اُس کا تخت سب سے بلند نہیں دکھائی دیتا اور کیا اُس
کا جلال زمین و آسمان میں زیادہ صفائی اور صراحت سے نظر نہیں آتا کیا کوئی
دیندار یہودی ایک عیسائی کی نسبت پرانے عہدنامہ کے مطابق خدائے تعالیٰ
کی توحید اور اُس کی کاملیت کے بیان کی زیادہ قدر کر سکتا ہے؟ کیا وہ ابراہیم

اسحٰق اور یعقوب کے خدا کے حضور زیادہ سادہ دلی اور زیادہ توکل و بھروسہ کے ساتھ سجدہ کرسکتا ہی؟ کیا یہودی ہیکلوں میں مسیحی گرجوں کی نسبت داؤدی زبور ہمزامیر زیادہ سچائی اور صداقت سے گائے جاتے ہیں؟ یا کیا یونیٹیرینز نے کسی ایسے پردہ کو اُٹھا دیا ہی جس نے خدا کی کاملیت۔ خالقیت اور احکم الحاکمینی کو کسی ایسے شخص کی آنکھوں سے چھپا رکھا ہو جو یسوع مسیح خدا کے ازلی بیٹے پر کامل اور زندہ ایمان رکھتا ہی؟

روئے زمین پر کونسے فرقہ یا گروہ کی نسبت یہہ خیال ہوسکتا ہی کہ اُس میں اکیلے سچے زندہ خدا کی ذات پاک کے باب میں جس کا موجودات اور عہدِ عتیق میں اظہار رہا یا جاتا ہی مسیحیوں کے مقابلہ میں جو بیٹے کی باپ کے برابر عزت و تعظیم کرتے ہیں زیادہ اعلیٰ اور پاکیزہ خیالات پائے جاتے ہوں یا اُس کے کیرکٹر اور اُس کی مرضی کی زیادہ خوبی کے ساتھ توضیح ہوتی ہو؟ پر اگر مسیحی لوگ باطل پرست ہیں اور اُن کا ایمان کسی باطل اور بے بنیاد بات پر ہی تو پھر اس کا سبب کیا بیان کیا جاسکتا ہی؟ کیا یہہ ممکن ہی کہ بت پرستی اور بیہودہ غازی پرستی سے خدا کے حق میں ایسے زور سے ایسے عجیب اور عمدہ خیالات اور سچے عقائد قائم کرے جن کو تمام لوگ صحیح اور قابل قبول تسلیم کریں؟ اور اُس پاک ذات کے حق میں ایسی راسخ محبت اور پختہ ایمان اور تعظیم و تکریم کا اظہار ہو کہ تمام بنی آدم میں کہیں اُس کی نظیر نہ ملے؟ کیا یہہ محال مطلق اور ناممکن الوقوع امر نہیں ہی کہ بت پرستی کے وسیلہ سے خدائے برحق کی ایسی الفت و معرفت حاصل ہو؟ صرف یسوع مسیح کو الٰہی شخص اور ابن اللہ تسلیم کرنے ہی سے یہہ ممکن ہی کہ بیٹے کی معرفت اور محبت کے وسیلہ سے باپ کی محبت اور اُسکا عرفان حاصل ہو۔ چنانچہ مسیح نے خود فرمایا کہ "جس نے مجھے دیکھا ہی اُس نے باپ کو دیکھا ہی" (یوحنا ۱۴: ۹) "اگر

تم مجھے جانتے تو میرے باپ کو بھی جانتے" (یوحنا ۱۴: ۷) "تم خدا پر ایمان لاتے ہو مجھ پر بھی ایمان لاؤ" (یوحنا ۱۴: ۱) +

پھر اب ہم مسیح کی ذات پر غور کریں اور مسیحی اخلاقی حیثیت کی رو سے بلکہ مسیحی علم کے لحاظ سے جو اس حیثیت کی بنیاد ہی اُسپر نظر کریں۔ یقیناً یہہ تسلیم کر لیا جائیگا کہ اگرچہ بعض حالتوں میں لفظ مسیحی بعض اشخاص کے حق میں کسیقدر نامناسب طور سے استعمال ہوتا ہو اور اگرچہ بعض حالتوں میں محض ظاہری اور غیر حقیقی طور پر اختیار کیا گیا ہو تو بھی اس وسیع الفضا نام کی حدود کے اندر دنیا کی تواریخ کے سب سے نیک مرد و زن موجود ہیں۔ جن لوگوں کے اخلاقی خواص کند نہیں ہو گئے وہ کیرکٹر کی ایک خاص قسم کو جو انسانیت کی کاملیت اور تکمیل کا درجہ ہی بخوبی پہچانتے ہیں۔ ممکن ہی کہ وہ اپنے آپ میں اس درجہ کو محسوس نہ کریں یا اپنے حق میں اُس کی تحصیل کو غیر ممکن قرار دیں لیکن بایں ہمہ جونہیں کہ نیک اور کامل انسان کا معیار پیش کیا جاتا ہی اُن کی ضمیر اُسے قبول کرتی ہی اور اُسے ایسا قرار دیتی ہی جیسا کہ اُسے ہونا چاہئے تھا۔ اب مخفی نہ رہے کہ دہریہ اور ملحد لوگ بھی اس امر کے قائل ہیں کہ یہہ نیک ذاتی اور کاملیت کا معیار یسوع مسیح کے تواریخی حالات میں بخوبی درخشاں ہی اور نتیجۃً ہر ایک انسان کی زندگی میں اُس نسبت سے موجود ہوتا ہی جس قدر کہ وہ یسوع مسیح کی روح سے بہرہ ور ہو اور اُس کے احکام و فرامین کو مانتا اور اُس کے نقشِ قدم پر چلتا ہو۔ لیکن ہر زمانہ میں بہت سے ایسے اشخاص ہوئے ہیں اور اب ہیں جنہوں نے اگرچہ کامل طور سے نہیں پر تو بھی دیگر بنی آدم کے مقابلہ میں نہایت اعلیٰ درجہ تک اس کمال کو حاصل کیا ہو۔ پھر اگر بغرضِ استدلال یہہ مان بھی لیا جاوے کہ جہاں تک ہماری عقل اور ہماری معلومات کی رسائی ہی وہاں تک ہم نے ان ذرائع کو استعمال کر کے بعض

اوقات یہہ دیکھا ہی کہ مسیح پر ایمان لانے کے بغیر بھی بعض اشخاص نے بعض اوقات
پاک۔ جلال۔ خود انکاری سے مملو۔ پُر از محبت اور خدا کی خدمت کے لئے
مخصوص چال چلن اور کیرکٹر دکھلایا ہی لیکن تو بھی روئے زمین پر ایسی جماعت
کا وجود کہاں ہی جس میں مسیحیوں جیسے لوگ پائے جاتے ہوں جنہوں نے کلیسیا
میں اُنیس سو سال سے وہ پاکیزہ چال چلن اور وہ بے لوث کیرکٹر دکھلایا ہی جس کی تمام
لوگ تعریف کرتے ہیں؟ مسیحیت کے باغ کے پھولوں کی خوبصورتی اور شان و
شوکت کو چھپانے کی کوشش کرنا بالکل بے سود اور لاحاصل ہی۔ ممکن ہی کہ وہ
اپنی اس ارضی تغرّسیں کی وجہ سے خاک آلودہ نظر آویں پر تو بھی اُن کی خوبصورتی
نہایت اعلیٰ درجہ کی ہی۔ اُن کی خوشبو سے تمام ہوا معطر ہی کیونکہ وہ باغبانِ حقیقی
جن درختوں کو لگاتا ہی اُنکا خاصہ ہی کہ ایسی خوشبو دیویں۔ اگر آپ سے ہو سکے
تو مسیحی کلیسیا کے مقدسوں کو شمار کیجئے۔ وہ تمام بوڑھے اور جوان اور امیر و غریب
جنہوں نے ہر زمانہ اور ہر ملک میں وفاداری۔ سادگی اور اخلاص سے زندگی
بسر کی ہی۔ جو صابر۔ معاف کرنے والے اور شفقت سے پُر نظر آئے ہیں اور جو
اپنے اندر الٰہی صلح و سلامتی کی خوشی رکھتے تھے اور ظاہری چال چلن کا نہایت عمدہ
نمونہ اُن میں نظر آتا تھا۔ اپنے آسمانی باپ اور اپنے ہم جنسوں سے اُنہیں عجیب
محبت تھی۔ اُن کی زندگی دُنیا کے لئے باعثِ برکت اور اُن کے اپنے دلوں کے
لئے موجبِ خوشی تھی۔ مرتے وقت اُن کے دلوں میں آئندہ کی نسبت کسی
طرح کا خوف و ہراس نہ تھا بلکہ ابدی خوشی اور خرمی کا اُنہیں کامل یقین تھا۔ گویا
وہ سب کچھ اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے تھے۔ صرف مسیحی کلیسیا میں ہی ایسے
اشخاص کا وجود دیا پایا جاتا ہی یہہ لوگ ہمارے خاندانوں کے ستارے اور دنیا کا
نمک ہیں اور صرف اُنہی کے وسیلہ سے کلام اللہ کی تبلیغ ہوتی ہی *

اب مقام غور ہی کہ یہہ مذکورہ بالا نتیجہ کہاں سے نکلا؟ یہہ اعلیٰ درجہ کا کیرکٹر جس
سے دُنیا کی تواریخ پُر ہی اور جو تمام رحم و رافت کا سرچشمہ نظر آتا ہی کہاں سے آیا؟
کس طاقت نے اُسے ایجاد کیا اور اُس کے قیام کا باعث کیا قرار دیا جا سکتا ہی؟
اس قسم کے سوالات کے جوابات کی سوائے مسیحیوں کے اور کس سے امید ہو سکتی
ہی؟ صرف وہی جانتے ہیں کہ کن باتوں سے اُنہوں نے تحریک حاصل کی کس
طاقت نے اُنہیں سنبھالا اور اُن میں زندگی کا دم پھونکا۔ اگر اُن سے پوچھا جاوے
تو وہ کیا جواب دینگے؟ بیشک وہ سب کے سب ہم آواز ہوکر پولوس رسول
کے قول کو پیش کرینگے کہ "میں زندہ ہوں لیکن تو بھی میں نہیں پر مسیح جو مجھ میں
رہتا ہی زندہ ہی۔ اور جو زندگی میں جسم میں بسر کرتا ہوں سو خدا کے بیٹے پر ایمان
لانے کے وسیلہ سے بسر کرتا ہوں جس نے مجھے پیار کیا اور میرے لئے اپنی جان
دی" "مسیح کی محبت ہم کو کھینچتی ہی" "میں خداوند یسوع مسیح کا جس نے مجھے طاقت
بخشی شکر کرتا ہوں" "خداوند نے میری حمایت کی اور مجھے زور بخشا" "خداوند مجھکو
ہر ایک بُرے کام سے بچاویگا اور آسمانی بادشاہت کے لئے محفوظ رکھیگا۔
ابد الآباد تک عزت و جلال اُسی کا ہو" "یسوع مسیح میں ہوکر جو مجھے طاقت بخشتا
ہی میں سب کچھ کر سکتا ہوں" اب خیال کیجئے کہ یہہ ہر ملک اور ہر زمانہ کی زندہ مسیحی
کلیسیا کا تجربہ ہی۔ ہر ایک سچے ایماندار۔ ہر ایک شہید اور مقدّس کا یہی عقیدہ ہی
ہر ایک پرہیزگار اور دیندار پروٹسٹنٹ۔ رومن کیتھلک اور تربیت یافتہ مسیحی
فیلسوف اور نیم وحشی حبشی مسیحی اور وہ نوجوان جس نے شیطان پر غلبہ حاصل
کیا ہو یہی اعتقاد رکھتا ہی۔ وہ بزرگ جو نجات کو اپنی آنکھوں سے دیکھکر سلامتی
سے کوچ کر گئے سب کا یہی ایمان تھا۔ گرینلینڈ جیسے برفانی ملک کے مسیحی جو
اس دار فانی سے رحلت کر گئے اور مسیحی لڑکے لڑکیاں جو اپنی ماؤں سے الگ ہوکر

خدا کے حضور جا پہنچے غرض ہزاروں لاکھوں ایماندار جو اس جہان میں اپنے دور کو ختم کر گئے سب کے سب اس امر کے قائل ہیں کہ جس قدر سلامتی نیکی اور حقیقی زندگی اُنہوں نے حاصل کی ہے سب کی سب ایک ہی سرچشمہ حیات یعنے خداوند یسوع مسیح سے اُن تک پہنچی ہے +

اب ہم اِن بے نظیر اور عدیم المثال حقیقتوں سے جو کہ انسانی تواریخ اور تجربہ کی مانند ایسی حقیقی ہیں کہ اُن سے انکار نہیں ہو سکتا کیا نتیجہ نکالیں ؟ کیا تمام مسیحیوں نے فریب کھایا ؟ کیا وہ اب تک ایک باطل اور جھوٹی بات کے معتقد رہے اور اس اعلیٰ زندگی کو جو اُن میں پائی جاتی ہے دھوکھے اور فریب سے قائم رکھا ؟ کیا خداوند یسوع مسیح گنہگاروں کا زندہ نجات دہندہ کوئی خیالی یا فرضی شخص ہے ؟ کیا یہہ بجائے حقیقت کے کوئی بناوٹ یا اختراع اور تصنع کی بات ہے ؟ کیا یہہ ہو سکتا ہے کہ خدائے تعالیٰ کی اخلاقی سلطنت کی موجودگی میں کسی ایسی واہیات بات کی انسان کو اجازت ہو اور انسانی کیرکٹر کی بنیاد ایک بیہودہ اور باطل بات پر ہو ؟ ایسا ہونا ناممکن ہے - میں نہایت سنجیدگی سے کہتا ہوں کہ یہہ امر بالکل ناممکن ہے کہ مسیحی کلیسیا نے فریب نہیں کھایا اور ہرگز ہرگز ایسا نہیں ہوا کہ جو لوگ مسیح پر ایمان نہیں لائے اُن کو حق بینی کی آنکھیں نصیب ہوئی ہوں اور جو لوگ مسیح کے خادم اور اُس کو پیار کرنے والے ہیں وہ عقلی بطلان کی تاریکی میں چھوڑ دئے گئے ہوں اور کسی بت پر ایمان رکھتے ہوں یسوع مسیح میں انسانیت و الوہیت دونوں بستی ہیں - وہ تھا اور ہے اور ابدالآباد تک جیتا رہیگا +

اب جاننے غور ہے کہ اگر ہم کو ان مذکورہ بالا شہادتوں سے یسوع مسیح کی الٰہی ذات کا کافی ثبوت نہیں ملتا تو اس امر پر غور کرنا مناسب ہوگا کہ اب ہم کونسے مذہب اور کونسی سچائی کو اس قدر راسخ اور یقینی سمجھیں کہ اُسپر پختہ ایمان و امید کی بنیاد

رکھی جاوے مثلاً یسوع مسیح کے کونسے معجزات پر بھروسہ کریں - اگر ہم مذکورہ بالا خیالات کو رد کریں تو یہہ بات مطلق سمجھہ میں نہیں آتی کہ سچ مچ خدا باپ نے اپنے ازلی بیٹے یسوع میں اپنے آپ کو ظاہر کیا - کیونکہ اس طرح وہ تمام روشنی اور زندگی جو مسیح میں اس الٰہی ظہور کے وسیلہ سے رسولوں اور مسیحی کلیسیا نے اب تک دیکھی اور حاصل کی ہمیشہ کے لئے نیست و نابود ہو جاتی ہے +

جن باتوں کو مسیح نے نہایت واضح طور سے ثابت کیا جب ہم اُن کو تسلیم نہیں کرتے تو ہم اُس کو اپنا نبی نہیں مان سکتے - جب ہمارا اُس کی نسبت یہہ اعتقاد ہے کہ وہ محض انسان تھا اور دنیا پر حکمران ہونے کی نہ اُس میں طاقت تھی اور نہ وہ کبھی حکمران ہوا تو ہم اُسے اپنا بادشاہ بھی قرار نہیں دے سکتے اور چونکہ مسیح کے وجود میں خدا نے دُنیا کے گناہوں کے کفارہ کے لئے اپنے بیٹے کو بھیجکر اپنی محبت کا اظہار نہیں کیا اِس لئے ہم اُسکو اپنا کاہن بھی نہیں مان سکتے - علاوہ اس کے ہم یہہ بھی کہہ سکتے ہیں کہ روح القدس کی الوہیت پر کون ایمان لائیگا جس کا خاص کام مسیح نے یہہ بتایا ہے کہ وہ دنیا کو گناہ سے قائل کریگی - کیونکہ دُنیا مجھہ پر ایمان نہیں لاتی - اور میرا جلال ظاہر کریگی اور میری چیزوں سے پا دیگی اور لوگوں کو دکھاویگی +

پھر کیا اب ہم اگر اُس کی الوہیت سے انکار کریں تو مسیح کو کامل نمونہ تسلیم کر سکتے ہیں ؟ یہہ کس طرح ممکن ہو سکتا ہے ؟ مخفی نہ رہے کہ اگرچہ وہ ہماری مانند ایک انسان تصور کیا جاتا ہے تو بھی وہ ایسا انسان ہے جس نے کبھی اپنے قول و فعل سے اپنے کسی طرح کے کسی شخصی گناہ یا عیب کا اقرار نہیں کیا - ایسا انسان تھا جسپر خدا کی بخششیں بے حساب نازل ہوتی تھیں لیکن اُس نے ان بخشائش و انعامات کے لئے کبھی شکرگذاری

ادا نہیں کی۔ بے شک وہ دعا کرتا تھا لیکن اُس کی دعائیں اس پیرایہ میں ہوتی
تھیں کہ گویا وہ خدا کا ہمسر و ہم رتبہ تھا چنانچہ اپنے آخری وقت میں اُس نے یوں
فرمایا کہ سب میرے تیرے ہیں اور تیرے میرے ہیں۔ اے باپ میں چاہتا ہوں کہ
وے بھی جنہیں تو نے مجھے بخشا ہے جہاں میں ہوں میرے ساتھ ہوویں تاکہ وے میرے
جلال کو جو تو نے مجھے بخشا ہے دیکھیں ؟ کیا ہم گنہگار ہر امر میں ایسے شخص کے نمونہ پر
چل سکتے ہیں ؟ کیا یہہ ممکن ہے کہ ہم اُس کی مانند زندگی بسر کر سکیں اور آخرکار
خود بخود اپنی خوشی سے بہتوں کے گناہوں کی معافی کے لئے اپنی جان دیدیں ؟
پھر کیا اُس کی الوہیت سے دست بردار ہو کر ہم یسوع مسیح کے کیرکٹر کو قائم رکھ سکتے
ہیں ؟ ملحد بھی اس امر کو تسلیم کرتا ہے کہ یسوع مسیح کی مانند دنیا میں کوئی آدمی نہیں
ہوا۔ وہ سب سے بزرگ و برتر تھا۔ ایک مشہور مصنف اپنی کتاب ہیرو ورشپ میں
بیان کرتا ہے کہ یسوع مسیح دنیا کے تمام نامی گرامی آدمیوں سے بڑا ہے۔ لاریب اس
اعلیٰ ہستی کا کیرکٹر دنیا کی تاریکی میں مہر نیم روز کی طرح چمکتا رہا ہے۔ نیکی کا اس سے
عمدہ اور کامل نمونہ صفحہ ہستی پر کبھی ظاہر نہیں ہوا۔ اُس کی اخلاقی خوبیاں نہایت
بے نظیر اور عدیم المثال ہیں لیکن اگر یسوع مسیح کی تواریخ جسقدر ہم کو معلوم ہے
وہ سب کی سب غیر حقیقی اور لغو ہے اور اس لئے وہ کوئی حقیقی شخص نہ تھا بلکہ محض
خیالی پتلا تھا۔ یا جیسا کہ اناجیل پیش کرتی ہیں فی الواقع حقیقی شخص تھا پر اُس
میں الوہیت نہ تھی تو ہم اُس کے کیرکٹر کی حمایت نہیں کر سکتے جب تک کہ اپنے کیرکٹر
کو بتمامہ نہ کھو بیٹھیں۔ کیونکہ وہ جیسا کہ اوپر ذکر ہو چکا ہے بڑے زور سے اپنے اس
دعوی کو پیش کرتا تھا کہ وہ خدا کے ساتھ ایک ہے اور گویا صرف وہی اکیلا خدا کو جانتا
تھا اور اُسی نے اُسے دنیا پر ظاہر کیا۔ اور انسان سے الہی عزت و جلال اور تعظیم
و تکریم کا مطالبہ کیا۔ اُس نے یہہ بھی تعلیم دی کہ انسان اپنے عزیز و اقارب اور

رشتہ داروں کو یا اگر موقع آپڑے تو اپنی زندگی کو بھی اُس کے مقابلہ میں ہیچ سمجھکر
ترک کرے پر اُس سے کبھی الگ نہ ہو۔ کیونکہ تمام بنی آدم کے حق میں اُس نے فرمایا
کہ اُن کا درجہ اور اُن کا انجام ویسا ہی ہوگا جیسا وہ اُس سے رشتہ رکھیں گے
جب اُس کو کانٹوں کا تاج پہنا کر حاکم کے سامنے پیش کیا اور اوباشوں کی بھیڑ نے
اُس کی بے عزتی کی اور ہر طرح سے کمزور نظر آیا اور ایسا معلوم ہوتا تھا کہ گویا خدا
اور انسان نے اُس کو بالکل ترک کر دیا ہے اُس نے اپنے دعاوی سے ایک نقطہ یا
شوشہ بھی کم نہ کیا بلکہ اُن کو اُن کی کامل صورت میں پیش کیا اور بیان فرمایا کہ
میں دنیا کے انصاف کرنے والے کی حیثیت میں نہایت قدرت کے ساتھ
آؤنگا اور میری دوسری آمد نہایت شان و شوکت اور جاہ و جلال کے ساتھ
ہوگی۔ اب یہہ سوال لازم آتا ہے کہ کیا اس صورت میں جو کچھ مسیح نے کہا اگر وہ حرف
بحرف سچ نہ تھا تو ہر ایک دیانتدار کی نظر میں وہ کفر عمدا اور ناواجب امور کا مرتکب
نہ ٹھہریگا ؟ اگر اُس کا الوہیت کا دعوی جھوٹھا تھا تو ہم اُسکو ضرور رد کرینگے اور اُس
کے تمام نیک کاموں کی نسبت جو اُس کے معتقد اُس کی طرف منسوب کرتے ہیں ہم
یہودیوں کے ساتھ ہم آواز ہو کر یوں کہینگے کہ ہم تجھ کو تیرے نیک کاموں کے سبب
سے سنگسار نہیں کرتے بلکہ اس لئے کہ تو انسان ہو کر اپنے تئیں خدا بناتا ہے پس
اس صورت میں اگر ہم مسیح کی الوہیت سے انکاری ہوں تو اُس کے کیرکٹر پر کچھ بھروسہ
نہیں ہو سکتا کیونکہ جب وہ الوہیت سے خالی ہے تو اُس کا کیرکٹر محض بناوٹ اور
اُس کے دعاوی بالکل بے بنیاد اور دھوکہ ثابت ہوتے ہیں +

پھر کیا ہم یسوع مسیح کی الوہیت سے انکاری ہو کر اُس کے رسولوں کے کیرکٹر کو
قائم رکھ سکتے ہیں ؟ اُن کی چال بھی اب تک ہمارے لئے قابل قدر اور تعظیم کے
لائق ثابت ہوئی ہے کبھی کسی دوسرے نے اپنے چلن اور اپنی روش سے ایسا زمرہ

دنیا میں ایسا نمونہ نہیں چھوڑا جو اخلاقی تعلیم کے لحاظ سے رسولی نمونہ کے مساوی خیال کیا جاوے اور کسی نے ایسی پاک و بےعیب اور پرمحبت زندگی کی نظیر نہیں چھوڑی جو اُن کی زندگی کی طرح ہر طرح سے بنی آدم کے لیے برکت کا باعث ہو اور جس قدر اُس کی تحصیل ہو اُسی قدر یہہ دنیا کا ویرانہ بہشت میں تبدیل ہو جاوے۔ ان لوگوں میں کسی طرح کی حرص و آز اور خودغرضی نہیں پائی جاتی اُنہوں نے دنیا کی اصلاح و بہتری اور خوشحالی کے لیے عمر بھر محنت کی اور اس مقصد کو ہمیشہ مدِ نظر رکھا اور وہ اس میں یہاں تک کامیاب ہوئے کہ تہذیب و تربیت کبھی اُن کے نام سے الگ نہیں ہو سکتی۔ لیکن اُن کی تعلیم کا لبِ لباب اور اُن کی زندگی کا خاص اور اعلیٰ مقصود و مطلوب کیا تھا؟ اس کے جواب میں بغیر کسی طرح کی پس و پیش اور خوفِ نقائص کے میں صاف کہتا ہوں کہ وہ تمام بنی آدم کو اس امر کی ترغیب دیتے تھے کہ وہ یسوع مسیح کو خدا جانکر اُسی پر پورا بھروسہ کریں اور اُس ذوالجلال خداوند سے کامل محبت رکھیں۔ پہلے مسیحی معلم نے شہید ہوتے وقت اپنی روح اسی یسوع کے سپرد کی اور اُسے اپنا ذوالجلال خداوند تسلیم کیا۔ آخری اور عمر رسیدہ رسول نے جو پہلے اُسے اپنا دوست جانتا تھا اب اُس کو الفا اور اومیگا یعنے اول و آخر بادشاہوں کا بادشاہ اور خداوندوں کا خداوند قرار دیا پر اگر وہ فی الحقیقت ایسا ہی نہ تھا تو ان معلموں کے کبیر کفر کی کس طرح حمایت ہو سکتی ہے۔ اگرچہ وہ یہودی ہو کر خدائے تعالیٰ کی ذات و صفات سے ناواقف نہ تھے اور بحیثیت انسانی یسوع مسیح کی زمینی زندگی سے بےخبر نہ تھے تو بھی اُنہوں نے یسوع مسیح کی الوہیت کی منادی کی اور اُس کے نام سے معجزے کرنے کا دعویٰ کیا اگر اُن کا ایمان باطل تھا تو ممکن نہیں تھا کہ وہ اپنے آپکو فریب دیتے اور دیگر بنی آدم کو فریب دینے کی کوشش

کرتے بہرحال وہ اس بت پرستی کے نہایت کامیاب مناد تھے اور ہم بے تامل اور یقینی طور سے کہہ سکتے ہیں کہ یہہ بُت پرستی دنیا سے کبھی دور نہیں ہوگی اور اُن کے بنیاد نہادہ کفر کی تعریفوں سے یہہ گنبدِ گردوں ہمیشہ گونجتا رہیگا اور ان معلموں کا کبیر کفر اُن کے آقا و پیشوا کے کبیر کفر کے ساتھ ہی نیست ہو سکتا ہے*

پس اگر ہم مسیح کی الوہیت کو رد کریں تو ہمارے لئے کیا باقی ہے؟ کیا عہدِ جدید کے اخلاق؟ ہرگز نہیں۔ کیونکہ عہدِ جدید کے تمام اخلاق کا سرچشمہ وہ الٰہی رشتہ ہے جو مسیح بنی آدم سے رکھتا ہے اور جس سے تمام فرائض پیدا ہوتے ہیں۔ وہ الٰہی رشتہ ہے۔ اگر مسیح الٰہی ذات میں شامل نہیں تو انجیلی اخلاق جن کی رو سے مسیح نہایت اعلیٰ محبت کا حقدار ہے بداخلاقی سے تبدیل ہو جاوینگے۔ مسیح سے دعا کرنا۔ اُس سے رفاقت رکھنا۔ شخصی طور پر اپنے تئیں اُس کے لیے مخصوص کرنا۔ اُس کی حمد و ثنا گانا۔ ایمان کے ذریعہ سے اُس میں زندگی بسر کرنا۔ اُس کی بادشاہت کو پھیلانے کی کوشش کرنا۔ اُس کے لیے دکھ اُٹھانا اور اُس کے احکام کو بجا لانا اور ماننا الغرض مسیحی کی تمام زندگی جو خدا اور انسان سے علاقہ رکھتی ہے اور جو ساری کی ساری مسیح سے ایسی معمور ہے جیسے آفتاب کی روشنی سے کرۃ الہوا ہرگز ہرگز عہدِ جدید کے اخلاق سے جدا نہیں ہو سکتی*

اگر عہدِ جدید کی تعلیمات کی نسبت اور جن اشخاص کا اُس میں ذکر ہے اُن کے بارہ میں ہمارا ایمان متزلزل ہو تو نہ ہمیں عہدِ عتیق کی تعلیمات کا کچھ اعتبار باقی رہتا ہے اور نہ ہم یہہ تسلیم کر سکتے ہیں کہ عہدِ عتیق میں الہام و مکاشفہ کے وسیلہ سے جسقدر خدا کی ذات کا اظہار ہوا ہے وہ ایسے الہام کے بغیر ناممکن تھا۔ اگر کوئی

شخص عہدِ جدید کے مسیح کا منکر ہی اور اُسے رد کرتا ہی اُس کے لئے یہہ امر ضروری ہی کہ عہدِ عتیق کے خدا سے بھی انکاری ہو اور اُسے رد کرے۔ جو نئے عہدنامہ کے رسولوں پر اعتماد نہیں کرتا وہ کسی حالت میں پُرانے عہدنامہ کے نبیوں پر بھی بھروسہ نہیں کر سکتا۔ اس صورت میں سب کچھہ رد کرنا پڑیگا اور بائبل واہیات اور بیہودہ کہانیوں کا مجموعہ ثابت ہوگی +

پھر کیا مسیح کی الوہیت کو رد کرکے ہماری تحقیقات اور جدوجہد کا یہاں خاتمہ ہونا چاہئے؟ شاید کوئی کہیگا کہ بس اسی قدر کافی ہی لیکن کیا اس حالت میں خدا پر ہمارے ایمان کو قیام ہوگا؟ کیا کوئی شخص شخصی اور زندہ نجات دہندہ ہونے کی نسبت شخصی زندہ خدا کی ہستی کے قیام کے لئے زیادہ قوی ثبوت بہم پہنچا سکتا ہی؟ اگر مسیح کی مذکورہ بالا تواریخی سرگذشت رد کے لایق ہی اور قابلِ قبول نہیں تو کیا زمانہ ماضی کی تواریخ میں جو خدا کے الہام و مکاشفہ کا ذکر پایا جاتا ہی زیادہ اعتبار اور وثوق کے لائق ہی؟ اگر وہ خدا جو ہمارے خداوند یسوع مسیح کا باپ ہی سچا اور زندہ خدا نہیں تو پھر سچے خدا کو کہاں ڈھونڈھیں؟ اگر یسوع مسیح خدا کو نہیں جانتا تھا اور اُس نے اُس کی ذات پاک کا اظہار نہیں کیا تو پھر وہ کون ہی جس سے ہم ان ہردو امور کی توقع رکھیں؟ اِس سے بڑھکر یہہ بات بھی نہایت غور کے لائق ہی کہ جب ہم یسوع مسیح اور اُس کے شاگردوں کی اخلاقی روش اور اُن کے کیرکٹر پر ایمان نہیں رکھتے تو روئے زمین پر وہ کونسا بہتر ثبوت یا کوئی اخلاقی نمونہ یا معیار پایا جاتا ہی جس کے وسیلہ سے ہم الٰہی ہستی کے اخلاق و اوصاف کا اندازہ لگا سکیں؟

پس اگر ہم مسیح کی الوہیت سے انکار کریں تو ایسی حالت میں ہمارا کیا حال ہوگا؟ اور ہمیں کیا کرنا چاہئے؟ مناسب ہی کہ مسیح کی کلیسیا کو بیہودہ بت پرستوں اور فریب خوردہ

کمزور لوگوں کی جماعت یا بدکرداروں کی گروہ سمجھکر ترک کریں۔ اُسکے بانیوں کے کیرکٹر کو خیرباد کہیں اور جنکے نام پر اُنہوں نے یہہ جدوجہد کی اُس سے بھی دست بردار ہوں۔ عہدِ عتیق اپنی اُس تمام تواریخ سے جسکو سچائی کی صورت میں پیش کیا جاتا ہی اس طوفان کے مقابلہ میں جو عہدِ جدید کو اس طرح بہالے گیا ہی بہت ہی کم اور ادنی درجہ کی روک خیال کیا جا سکتا ہی۔ اِس صورت میں ہر ایک انسان کو شواہدِ ماضی سے دست بردار ہوکر اپنے لئے از سرِ نو خدا کی تلاش کرنی پڑیگی اور اُسے اپنی خاطر خواہ تسلی اور اطمینان کے ایسے ثبوت بہم پہنچانے پڑینگے۔ جو اُن سے جنہیں اُسنے رد کیا ہی اور جو انیس سو سال سے مسیحی کلیسیا کی بنیاد میں زیادہ قوی اور قابلِ وثوق ہوں۔ کیا کوئی شخص ایسے دین و مذہب سے کچھہ تسلی و اطمینان حاصل کر سکتا ہی جس خدا نے اپنے تئیں یسوع مسیح کے وسیلے سے ظاہر فرمایا کیا اُسکو رد کرکے اپنے تلاش و تجویز کردہ خدا سے دلی آرام حاصل کرنے کے لئے کوئی اپنی روح کو خطرہ میں ڈال سکتا ہی؟ کیا مسیحی دین کی عمارت کو بے بنیاد جانکر ترک کرنے اور اُس سے گریزاں ہونے کے بعد کیا وہ اپنی بناکردہ نئی مذہبی جھونپڑی میں امن و چین سے بسر کر سکتا ہی؟ کیا وہ آخرکار اِس حالت تک نہیں پہنچیگا اور یوں نہیں کہیگا کہ جب میں مسیح کو نہیں مانتا تو کسی اور پر بھی ایمان نہیں لا سکتا؟ اگر اُس نے مسیح سے فریب کھایا ہی تو پھر کون ہی جس پر وہ ایمان لادے اور اپنے آپ کو فریب خوردہ نہ سمجھے؟ اگر الٰہی بیٹے کی ہستی مبہم اور محض خیال ہی تو خدا باپ کی ہستی بھی غیر حقیقی متصور ہوگی اور اگر وہ مسیح کو قبول نہیں کر سکتا تو ضرور بے خدا رہیگا اور کبھی خدا کو قبول نہیں کریگا +

ممکن ہی کہ کوئی ایسی حالت میں اپنے تئیں خدا کی ہستی کا قائل اور اُسکا ایماندار ظاہر کرے لیکن کیا یہہ اُسکا من گھڑت خدا جو اُس کی اپنی ہی انسانی روح کا سایہ ہی سچا اور زندہ خدا ہو سکتا ہی؟ اس مقام پر اُسکے کلام پر غور کرو جو خود سچائی تھا

وہ فرماتا ہی کہ "تم خدا پر ایمان لائے ہو مجھ پر بھی ایمان لاؤ۔ باپ نے ساری چیزیں مجھ کو سونپ دی ہیں۔ اور کوئی آدمی بیٹے کو نہیں جانتا پر باپ اور کوئی آدمی باپ کو نہیں جانتا ہی پر بیٹا اور وہ جس پر بیٹا اُسے ظاہر کرے۔ ای تم سب لوگو جو تھکے اور بڑے بوجھ سے دبے ہو مجھ پاس آؤ کہ میں تمہیں آرام دونگا" کاشکہ خداوند کی آخری دعا ہم میں پوری ہو۔ اُس نے یوں دعا کی تھی کہ "ای باپ اپنے بیٹے کو جلال بخش تاکہ تیرا بیٹا بھی تجھے جلال بخشے جہانچہ تو نے اُسے سب جسموں پر اختیار دیا ہی تاکہ وہ اُن سب کو جنہیں تو نے اُسے بخشا ہمیشہ کی زندگی دیوے اور ہمیشہ کی زندگی یہہ ہی کہ وہ تجھ کو اکیلا سچا خدا اور یسوع مسیح کو جسے تُو نے بھیجا ہی جانیں"۔

تمت بالخیر

مشن پریس لودیانہ۔ ایم۔ وایلی مہتمم ۱۹۰۳ء